

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَعْمِيرِ حَيَاةٍ

لکھنؤ

پندرہ
روزہ

شمارہ نمبر
۱۹

۱۰ اگست ۲۰۱۶ء مطابق ۲۷ ربیعہ ۱۴۳۷ھ

جلد نمبر
۵۳

اُس شمارے میں

۲	شعروادب صح و شہو کیف شام آگیا	مولانا محمد پاتا گھٹی
۳	اداریہ ہمیں را خلی گاڑ بھی غور کرنا چاہیے!	مشی الحق ندوی
۵	محبت و فدائیت جـ۔ اطاعت و فرمانبرداری کاظمیہ	حضرت مولانا سید محمد راجح حقی ندوی
۸	احتساب عمل دوعی عمل کا لفڑا	مولانا ابوالکلام آزاد
۱۰	اصلاح و ارشاد معاشرہ کی تغیر میں دل کا کردار	مولانا اکبر سعید الرحمن عظیم ندوی
۱۳	فکر معاصر اسلام کے نام سے یہ راستگی کیسی؟	مولانا سید محمد واعظ رشید حقی ندوی
۱۷	منصب عظیم اساندہ کرام میں مطلوب صفات	پروفیسر عطیہ محمد الارشی
۲۰	اخلاص نیت علم اور اہل علم کی اہمیت	مولانا سید عبداللہ حقی ندوی
۲۲	ادب بنوی کلام بنوی کی کرنیں	مولانا عبد الملک
۲۲	خیر و سعادت جان کرام اور حج بیت اللہ	مولانا جعفر مسعود حقی ندوی
۲۶	عالیٰ اسلام ترکی - یورپ کا مرد جاہد	مولانا سید عنایت اللہ ندوی
۲۹	تعارف و تبصرہ رسید کتب	محمد حسن حقی ندوی
۳۱	فقہ و فتاویٰ سوال و جواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی

حضرت مولانا سید محمد ندیم راجح حقی ندوی
(ناٹم ندیم اسلام لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد طہور ندوی
(ناٹب نادیم اسلام لکھنؤ)

مولانا سید محمد حمزہ حقی ندوی
(ناٹب عام ندیم اسلام لکھنؤ)

مدیر مسؤول
محمود حسن حقی ندوی
شمس الحق ندوی

مجلس مشاورت
مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری
محمد اصفاء الحسن کاندھلوی ندوی

تریبل زر اور خط و کتابت کا پتہ

TAMEER-E-HAYAT

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007, Ph.:0522-2740406
www.nadwatululama.org, E-mail: tamer1963@gmail.com

Office Time : 07:30 AM to 01:30 PM

مشمولین گاری رائے سے ادارہ کا حق بونا ضروری ہے

سالانہ زرتعادن - 300 فی شمارہ - 15 ایشیائی، یورپی، افریقی اور کمی ممالک کے لئے \$60: ایار

ڈرافٹ نیجریہ حیات کے نام سے ہائی اورڈر نیجریہ حیات ندوی الحدایہ لکھنؤ کے پور وائز کریں۔ جک سے بھیجا نے والی قرضہ All CBS Payable Multicity Cheques

آپ کی خیریاری نہ کے نیچے اگر سرخ لیکر بنے تھیں کہ آپ کا زرتعادن ختم ہو چکا ہے لہذا جلدی زرتعادن ارسال کریں۔

اوٹی آڈر کو بن پہنچا خیریاری نہ پر خود کیسی ہو ملک یا فون نہ رہے کے ساتھ بن کو بھی لکھیں۔ (نیجریہ حیات)

پر نیشنل پبلیک اسٹریٹ ہسین نے آزاد پنگ پر لیں، نیٹری آباد، لکھنؤ سے طبع کر کے دفتر نیجریہ حیات مجلس صحافت و نشریات نیگر مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

صح روشن ہوئی کیف شام آگیا

مولانا شاہ محمد احمد پرتا پگڑھی

جب زبان پر محمد کا نام آگیا
دوستوں ! زندگی کا پیام آگیا
آگیا انبیاء کا امام آگیا
لے کے فیضان دار السلام آگیا
تیرے در پر جو خیر الانام آگیا
اس کے ہاتھوں میں عرفان کا جام آگیا
یعنی حکم سجود و قیام آگیا
ساز و سامان عیش دوام آگیا
اللہ اللہ ہوئی دل کی دنیا حسین
جب مقدر سے حسن تمام آگیا
پا گیا پا گیا حاصل زندگی
در پہ آقا کے جس دم غلام آگیا
دُور ظلمت ہوئی دل منور ہوا
جب مدینہ میں ماہ تمام آگیا
اُن کی مرضی نظر آئی رشک جناب
عشق میں ایک ایسا مقام آگیا
لائے تشریف جب سید المرسلین
خلد دنیا بنی وہ نظام آگیا
ظلم رخصت ہوا عدل قائم ہوا
عشق کے ہاتھ میں انتظام آگیا
تیرے ابر کرم سے شہہ انبیاء
ہو کے سیراب ہر تشنه کام آگیا
فیض ساقی کو نین صلن علی
جو بھی چاہے پیے اذنِ عام آگیا
صح روشن ہوئی کیف شام آگیا
تیری برکت سے اے سید انس و جاں
آپ کی مدح انسان کیا کر سکے
عرش سے جب درود و سلام آگیا
قلب شاداں ہوا روح رقصان ہوئی
لب پہ احمد کا شیرین کلام آگیا



تمیں اپنے داخلی بگاڑ رنگی غور کرنا چاہیے!

مشہد الحق ندوی

اس وقت پوری دنیا میں ظلم و زیادتی کا جو بازار گرم ہے، ہم اس کا توبار بارڈ کرتے ہیں اور خود اپنی مظلومیت کا بھی رونا روتے ہیں، لیکن خود ہمارے اپنے مسلم معاشرہ میں، گھر و خاندان میں بگاڑ فساد نے پچھے گاڑ رکھے ہیں، اس کی طرف ہماری نظر نہیں جاتی، حالانکہ اس وقت مسلمانوں میں ذلت و رسوانی کی جو شرمناک صورت پائی جاتی ہے، وہ ان کے اپنے داخلی بگاڑ ہی کا نتیجہ ہے، کیا مسلمانوں کو تعلیم نہیں دی گئی ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے؟ کیا یہ نہیں بتایا گیا کہ جس نے چھوٹوں پر حرم کریا اور بڑوں کا احترام نہ کیا وہ ہم میں (یعنی امت مسلمہ) سے نہیں؟ کیا ہم کو یہ نہیں بتایا گیا کہ حرم کرنے والوں پر حرم حرم کرتا ہے، زمین والوں پر حرم کرو آسان و الاتم پر حرم کرے گا، پڑوسیوں کے حقوق ایسے بتائے گئے کہ صحابہ گرام لوخیال ہوا کہ کہیں یہ دراثت میں حصہ دار نہ قرار دے دیے جائیں، ماں باپ کے حقوق کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: ”وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَأَيْتَنِي صَغِيرًا“ (اے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے لطف و کرم کا ایسا معاملہ فرم جیسا کہ انہوں نے پچپن میں ہم کو لاڈ پیار سے پالا)، بڑے بھائی کے بارے میں بتایا گیا کہ: بڑا بھائی باپ کا درجہ رکھتا ہے، خالہ کے بارے میں کہا گیا کہ: وہ ماں کے برادر ہے، پھوپھا، پھوپھی، تحر خوش دامن کے کیسے حقوق بیان کیے گئے ہیں اور صدر حرجی کی کتنی سخت تاکید ہے، آخری درجہ کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ”جور شتوں کو توڑے گا، میں اس سے قطع تعلق کرلوں گا۔“

حدیہ ہے کہ ابھی خاصے دیندار قطع حرجی کا شکار ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ گھر گھر میں لڑائی، باپ بیٹے میں اختلاف بلکہ قتل تک کے واقعات پیش آجائے ہیں، بھائی بھائی کا حق مار رہا ہے، رشتہ ناتے توڑے جارہے ہیں۔ ہم یورپ کے گھر یلو نظام کی تباہی، بد اخلاقی، بے مرمتی، باپ بیٹے میں تاجر و گاہک جیسے تعلق، بہن بھائی کی محبت کے فتدان کا بڑے زوروں سے ذکر کرتے ہیں، جن کانے کوئی دین و عقیدہ ہے نہ تھی اخلاقیات و تعلقات، اور چھوٹے بڑے کے ادب و احترام کی کوئی تعلیم، لیکن ہم جو کتاب رب اپنی پڑھنے والے اور تعلیمات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دل سے مانے والے ہیں، وہ کس بے راہ روی کے شکار ہیں؟! ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ”یا رسول اللہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا ہے، میری قوبہ کیسے قبول ہوگی؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: ”تیری ماں زندہ ہے؟“ اس نے کہا: ”نہیں!“ فرمایا: ”خالہ؟“ اس نے کہا: ”بھی ہاں!“ فرمایا کہ: ”تو اس کے ساتھ حسن سلوک کر۔“

ایک بار سرکار دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجع میں یہ ارشاد فرمایا کہ: ”جور شتوں کا پاس وحاظۃ کرتا ہو، وہ جمارے پاس نہ بیٹھے، یہ سن کر ایک شخص مجع سے اٹھا اور اپنی خالہ کے گھر گیا جس سے کچھ بگاڑ تھا، وہاں جا کر اس نے اپنی خالہ سے مذدرت کی اور قصور معاف کرایا، پھر دربار بنت میں شریک ہو گیا، جب وہ واپس آگیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”اس قوم پر خدا کی رحمت نہیں نازل ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتہ داروں سے بگاڑ رکھتا ہو،“ اب ہم غور کریں کہ اس وقت ہمارے مسلم معاشرہ کا کیا حال ہے؟

وحقیقی بھائیوں کے گھر ملے ہوئے ہیں، ایک کے گھر میں تقریب ہے، دوسرا اس میں شریک نہیں بلکہ ایک دوسرے کو نجاد کھانے کی فکر میں لگ رہتے ہیں، ہزاروں خاندان ہیں جن میں زمین و جائداد کے سلسلہ میں برسہ برس تک جھگڑوں اور مقدمہ بازیوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے، قطع تعلق تو ایک عام بات ہے، معمولی معمولی باتوں پر ایسا قطع تعلق کر لیا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کی صورت دیکھنا کوارہ نہیں کرتے۔

پھر خدا کی رحمت کیسے نازل ہوگی؟ اس وقت مسلمانوں میں کھلی ہوئی خوست، ذلت و رسوانی، بدناہی و جگ بنسائی کی جو افسوسناک صورت حال ہے، کیا اس میں اس کے سوا کسی اور چیز کا خل ہے؟

ہم غور کریں، دیکھیں کہ عزیزوں میں عزیز داری باقی ہے یا نہیں؟ ماں باپ کو اپنی اولاد سے اور اولاد کو اپنے ماں باپ سے وہ تعلق ہے جو ہونا چاہیے؟ اب

عام صورت حال یہ ہے کہ غیروں کے ساتھ بھولے سے اگر نیکی ہو جائے تو ممکن ہے، مگر عزیزوں کے ساتھ نیکی کرنا گناہ کیا ہے، غیروں سے ہنسنا بولنا ہوتا ہے مگر عزیزوں سے ملنے ہی میں تو ہیں محسوس ہوتی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے توصلہ رحمی کی برکات کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ:

۱۔ صدر رحمی سے محبت بڑھتی ہے۔ ۲۔ مال بڑھتا ہے۔ ۳۔ عمر بڑھتی ہے۔ ۴۔ روزی بڑھتی ہے۔ ۵۔ آدمی بڑی موت نہیں مرتا۔ ۶۔ اسکی مصیبتوں اور آفتین ٹلتی رہتی ہیں۔ ۷۔ ملک کی آبادی اور سربری بڑھتی ہے۔ ۸۔ گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ ۹۔ نیکیاں قبول کی جاتی ہیں۔ ۱۰۔ جنت میں جانے کا انتقال حاصل ہوتا ہے۔ ۱۱۔ صدر رحمی کرنے والے سے خدا انبار شستہ جوڑتا ہے۔ ۱۲۔ جس قوم میں صدر رحمی کرنے والے ہوتے ہیں اس قوم پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

صدر رحمی کے علاوہ مسلمانوں کے اور دوسرے جواندرونی حالات ہیں، کیا ان کے ہوتے ہوئے خدا کی رحمت نازل ہوگی؟ عزت و سخریوں کی زندگی حاصل ہوگی؟ ایک ادارہ والوں کا دوسرے ادارہ والوں سے اختلاف، جماعت کا جماعت سے اختلاف، برادری کا برادری سے اختلاف ہے، عہدہ اور منصب کی کشش، حلم و برباری کا فقدان، حکمت و دوراندیشی سے کام نہ لینے کا مزاج، اپنے فرائض و ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں کوتا ہی اور اس کی تاویل اور دوسروں کا محاسبہ اور ان پر تنقید، یہ عام مزاج بن گیا ہے، مسلکی جنگ و جدال کا یہ عالم ہے کہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے اگر منکرین خدا سے مل کر ان کو نیچا دکھایا جاسکے تو اس میں ذرا بھک نہیں ہوتی۔

مسلمانوں کو اپنے آپسی میل ملاپ، محبت و اکرام کے جو دنیاوی فوائد بتائے گئے ہیں وہ تو ہیں ہی، آخرت میں اس کا جو صد ملنے والا ہے اس کا تو ذکر ہی کیا جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہے، یہ سب بھول کر ہم کوشکایت ان سے ہے جن کا نہ کوئی دین ہے، نہ مرنے کے بعد جینے اور حساب کتاب کا تصور، بس جو کچھ ہے اس فانی دنیا ہی کا الطف و مزہ ہے، جس کو قرآن کریم نے فرمایا: "تَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُجْرِمُونَ" (تھوڑے دن مزے اڑا تو تم مجرم ہو، یعنی جن کی سزا جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلت ہیں)۔ ہم تو خیر امت ہیں، ہم کو تو نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کا حکم دیا گیا ہے: "كُنُّمْ خَيْرٌ أَمْةً أَخْرِجْتُ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوُنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" جب ہم ہی اپنی صورت بگاڑ لیں تو پھر خیر اور امن و سکون کا ماحول کیسے بن سکتا ہے؟!



محبت کی چمک

خدانے فرشتوں سے فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں کہ انسان میں کیسے کیسے گن ہیں، اس سے علم کا دریا کیسے ابالتا ہے، سمندروں میں وہ وسعت اور گہرائی نہ ہوگی جو اس میں ہے، اس کی آنکھوں میں محبت کی چمک ہے وہ پیش کرنے سے تم قاصر ہو، اس کے دل میں نزی ہے، محبت ہے، لگاز ہے، اس پر درد کی چوٹ لگتی ہے، جس سے تم محروم ہو، فرشتوں کے پاس یہ دولت نہیں ہے، انسان خدا کے بیہاں فرشتوں کے مقابلہ میں وہ دل پیش کر سکتا ہے، جو چوٹ کھایا ہو۔

انسان کے پاس جو سب سے بڑا سرمایہ ہے وہ رحم کا سرمایہ ہے، وہ ایک آنسو ہے، جو انسان کی آنکھ سے کسی بیوہ کے سر کو نیکا کسی غریب کے چوبے کو ٹھنڈا، کسی مرض کی کراہ کوں کر پڑتا ہے، آنسو کا وہ قطرہ جو سمندر میں ڈال دیا جائے تو اسے پاک کر دے، گناہوں کے جنگل میں ڈال دیا جائے تو سب کو جلا کر نور سے بدل دے، فرشتے سب کچھ پیش کر سکتے ہیں، لیکن آنسو کا وہ قطرہ نہیں پیش کر سکتے، جس کی قیمت آپ نے بھی نہیں بیچاںی جو ایک انسان دوسرے انسان کے لیے بھاتا ہے، فرشتے اپنے مالک کو دیکھ دیکھ کر اور اس کی ذات و صفات کو پہچان کر نہیں سو سکتے، لیکن وہ انسان جو کسی انسان کی مصیبہ و درد کی وجہ سے نہیں سو سکتا، اس کے جانے کو فرشتوں کی بیداری نہیں پہنچ سکتی، انسان کے پاس سب سے انواع چیزیں ہیں کہ وہ دوسرے کے درد سے متاثر ہوتا ہے، اس کے اندر محبت کا مادہ ہے، اس کو ہر کرت دینے والی کوئی چیز مل جائے تو حرکت میں آ جاتا ہے، پھر نہ مذہب کو دیکھتا ہے، نہ ملت کو، نہ فرقہ، نہ علاقے کو، نہ طبل کو دیکھتا ہے، نہ ملک کو دیکھتا ہے، انسان انسان کا دل دیکھتا ہے، اس کے درد کو محسوس کرتا ہے، جس طرح مقناطیس لو ہے کھینچتا ہے اور وہ کھینچ پر مجبور ہے، اسی طرح انسان کے دل کا مقناطیس انسان کے دل کو کھینچتا ہے۔

مفتکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی

محبت و فدائیت

حج-اطاعت و فرمانبرداری کا عظیم مظہر

حضرت مولانا سید محمد راجح حسینی ندوی

قوم سے مایوس نہیں ہوئے، کوئی رد عمل (ری ایشن) ظاہر نہیں کیا۔ یہ ایک سخت مرحلہ تھا، جس کو ابراہیم علیہ السلام نے بخشن و خوبی طے کیا، اور اس میں کامیابی حاصل کی، قرآن کریم کے سورہ انیاء [۵۱-۵۷] میں اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

دوسرا قربانی وہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کوئی اولاد نہیں تھی، ان کی عمر زیادہ ہو گئی تھی، اولاد کی تمنا فطری چیز ہے، عمر کے اس مرحلے میں ان کی خواہش پوری ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد دی، وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، وہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب کے سکون کا ذریعہ بنے، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بندگی کا امتحان لیا گیا اور حکم ہوا کہ اپنے شیر خوار اور محبوب پیچے کو اور ان کی والدہ کو بے آب و گیاہ میدان میں لے جا کر چھوڑو گیں، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی، اور حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو بے آب و گیاہ میدان میں لے جا کر چھوڑ کر، جہاں وہ عبادت و توحید کی اشتافت کر سکیں، چلے گئے، اور اپنی قوم کی اس حالت کو برداشت نہیں کیا، وہ اپنے وطن عراق میں تھے، وہاں کے لوگ جو شرکانہ عبادت میں مشغول تھے، ان کو قبول نہ کر سکے، انہوں نے ان معبدوں ان باطلہ کے متعلق کہا کہ یہ بے جان ہیں، نفع یہو نچا سکتے ہیں، نقصان، حضرت ابراہیم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بلا تردید پوری کی، یہ اپنی ذات کی پسند اور غیر اللہ سے محبت کی غیر معمولی قربانی تھی۔

حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے سخت، خشک اور غیر آباد مقام میں چھوڑ کر چلے آئے، ان کے پاس جوز ادراہ تھا وہ جلد ہی ختم ہو گیا، پانی نہ ملنے پر بچ پیاس سے پریشان ہوا، حضرت ہاجرہ کو اپنے بچے حضرت

حضرت مولانا مظہر کی یہ وہ تقریر ہے، جو انہوں نے لکھنؤ کے عاز میں حج کی ایک بڑی تعداد کے سامنے ارشوال ۲۳۲۷ء مطابق ارجو لاٹی ۲۰۱۶ء کو میزبان ہوئی لاٹوش روڈ میں شہر لکھنؤ کے چند باہمی افراد کی طرف سے منعقد ایک جلسہ میں کی تقریباً آٹھ سال سے یہ مبارک سلسلہ قائم ہے، جس میں حج کے دوران پیش آنے والے مسائل و دشواریوں کی نشاندہی کی جاتی ہے، اور اکان حج کی عملی مشق بھی ہوتی ہے، حضرت والا نے اس موقع پر مختصر اور جامع وہ نما خطاب فرمایا جس کو مولانا محمد فرمان ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔ [ادارہ]

الحمد لله رب العالمين والصلاۃ نے یہ منصب ان کو ان کی عظیم ترقیاتیوں پر عطا والسلام على سید المرسلین محمد وعلى بندگی پر دیں۔ آله و اصحابہ أجمعین، اما بعد .

حضرات! میرے لیے سعادت کی بات ہے کہ آپ سے اس موقع پر کچھ بات کروں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بڑی عبادت کے لیے منتخب کیا ہے، حج ایک عبادت ہے، جس طرح نماز عبادت ہے، روزہ عبادت ہے، زکاۃ عبادت ہے، اسی طرح حج بھی عبادت ہے، خوش نصیب ہیں وہ افراد، جو اس عبادت کو ادا کرنے جارہے ہیں۔

حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت اللہ تعالیٰ کی توحید و عبادت کی صفت میں عظیم تر شخصیت تھی، ان کی اس صفت پر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل بنایا، یہ بڑا مقام اور اعلیٰ مرتبہ ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو سرفراز فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَاتَّحَدَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ حَلِيلًا“ [نساء: ۱۲۵] (اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا)۔ اللہ تعالیٰ

ذریعہ مینڈھا رکھ دیا گیا، حضرت اسماعیل محفوظ رہے، حضرت ابراہیم کا یہ عمل قیامت تک کامثالی عمل بنادیا گیا۔ سورہ صافات [۱۰۰، ۱۱۱] میں اس واقعہ کی تفصیل مذکور ہے۔

حضرات یہ ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اعلیٰ درجہ کی قربانیاں، آگ میں ڈالے جانے کو قبول کر لینا، اپنی بیوی بچہ کو صرایم میں محض اللہ کی مرضی پر چھوڑ آنا، اور اپنے جوان بیٹے کو اللہ کے حکم پر قربان کرنے کے لیے پیش کر دینا، انسانی تاریخ میں اپنے رب کے حکم پر انہائی قربانی پیش کر دینے کی مثال قرار دی گئی، حج حضرت ابراہیم علیہ قربانیوں کی یادگار ہے، حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری کا ایک رمز ہے، صفا و مروہ کی سعی ایک مقبول خاتون حضرت ہاجرہ علیہ السلام کے عمل کی نقل ہے، جانور کی قربانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی نقل ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”وَأَدْنِ فِي

النَّاسِ بِالْحَجَّ يَأْتُوكُ رِحَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِيرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجْعٌ عَيْمِقٌ، لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ“ [انج: ۲۷-۲۸] (اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو، وہ آئیں گے پیدل اور دبليٰ پتی اونٹیوں پر دور دراز علاقہ سے، تاکہ وہ بے شمار منافع کا مشاہدہ کریں اور تاکہ ایام معلومات میں اللہ کا نام لیں، ان مویشیوں پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیے ہیں)۔

مکہ کی غیر آباد بے آب و گیاہ زمین جہاں حضرت آدم علیہ السلام کے حلقوم پر رکھ دی، لیکن اللہ کو اصل مقصود امتحان تھا، قربانی نہیں، لہذا فرشتہ کے

شکر گزار ہوں)۔ زمزم کے نکلنے کے بعد حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کی پانی کی ضرورت پوری ہوئی، وہ وہیں آبادر ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ مدت گذرنے پر دیکھنے کے لیے کہ دونوں کا کیا حال ہے، آنے جانے لگے، اور اس میں کچھ زادراہ کا بھی انتظام کر دیتے تھے، ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انتظام ہوا کہ یمن کے قبیلہ جرم کا اس علاقہ کے اطراف سے گذر ہوا، اس کو نظر آیا کہ یہاں کچھ چڑیاں منڈلا رہی ہیں، اس سے انہوں نے اندازہ لگایا کہ قریب میں پانی کا انتظام ہوگا، چنانچہ وہ قبیلہ آیا، اور حضرت ہاجرہ سے وہاں ہٹھرنے کی اجازت چاہی، حضرت ہاجرہ نے اس کو وہاں آبادی کا ذریعہ سمجھتے ہوئے اور اجازت دے دی، اور وہ زمزم ہی کے قریب آباد ہو گیا، بعد میں حضرت اسماعیل کے بڑے ہونے پر ان کی شادی بھی اسی قبیلہ میں ہو گئی۔ اس طرح اس صحراء میں آبادی ہو گئی۔

تیری قربانی وہ ہے کہ حضرت اسماعیل جب کچھ بڑے ہوئے اور والد کی محبت و خدمت کا سہارا بننے کے لائق ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کر رہے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی بار جب یہ خواب دیکھا، تو اس کا تذکرہ اپنے بیٹے اسماعیل سے کیا، فرمانبرداری بیٹے نے اطاعت و فرمانبرداری کی مثال قائم کر دی، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو لے کر قربان گاہ کی طرف گئے، اور ان کو زمین پر لٹا دیا، اور چھری ان کے حلقوم پر رکھ دی، لیکن اللہ کو اصل سوتو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے، اور انہیں کھانے کو پھل دیجئے، جس سے وہ

ہیں، دعا کی قبولیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو وہ چیز حاصل ہو جائے جس کی طلب ہے، اور وہ چیز اس کے لیے مناسب نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ دوسرا چیز دے دیتے ہیں، البتہ وہاں اصل دعا آخرت کی کامیابی ہی کی ہوئی چاہیے، گناہوں کے معافی ہو جائے، اور دعا کا ہمیشہ قبول ہے ہونا ایسا ہی ہے کہ بچہ اپنی ماں سے چھری مانگے تو ماں اسے چھری نہیں دے گی، کیونکہ وہ جانتی ہے کہ یہ چھری اس بچے کے لیے نقصان دہ ہے، وہ اس کو مخفی دے کر مطمئن کر دے گی، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اگر کسی انسان کی مطلوبہ چیز پوری نہیں کی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز اس کے حق میں مفید نہیں ہے، اگر اس نے دل سے دعا کی تو مطلوبہ چیز نہ ملی تو دوسرا چیز ملے گی۔

اور دیکھئے دعا خود عبادت کا عمل ہے، نماز عبادت ہے، روزہ عبادت ہے، زکۃ عبادت ہے، دعا بھی عبادت کی نیت رکھنے پر عبادت ہے، اللہ تعالیٰ دعا پسند فرماتا ہے، اور جو حضرات دعائیں کرتے، ان کو اپنے کرتا ہے، دعا بندگی کی علامت ہے، جب انسان دعا کرتا ہے تو وہ بندگی کے حقوق بجالاتا ہے، لہذا جو حضرات رحیم پر جاری ہے ہیں، وہ

خاص طور پر دعا کا اہتمام کریں، اپنے لیے، اپنے والدین کے لیے، اپنے اعزہ واقارب کے لیے، اور عالم اسلام کے لیے، عالم اسلام اس وقت جس دشوار مرحلہ سے گذر رہا ہے، اس کے لیے خاص طور پر دعا کی ضرورت ہے، بلکہ پوری انسانیت کے لیے دعا کا اہتمام کریں، اللہ تعالیٰ سے امید رکھیں کہ وہ اس کو قبول فرمائیں گے اور توفیق سے نوازیں گے۔

☆☆☆☆☆

قیامت اس مقام کو ایسی قبولیت عطا کی کہ وہاں ایک عمل کا ثواب ایک لاکھ کر دیا، اور اس کے لیے رحیم کرنا طے کر دیا، اور رحیم کے ایام نہ ہوں تو عمر کو ذریعہ ثواب بنادیا، اللہ تعالیٰ کا یہ گھر مکہ میں ہے، جو دنیا کے آباد علاقوں کے بالکل وسط میں ہے، اس طرح بھی یہ دنیا کا مرکز ہے۔

حضرات! آپ رحیم کے سفر پر جاری ہے ہیں، آپ قبل مبارک باد ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کا انتخاب فرمایا، اس انتخاب کی قدر کریں، اور وہاں کے قیام سے پورا فائدہ اٹھائیں، وہاں اللہ تعالیٰ نے عبادتوں کا ثواب بہت ہی زیادہ رکھا ہے اور ایک نیک عمل کا ثواب ایک لاکھ ثواب کے برابر ہے، اسی طرح اگر وہاں کوئی گناہ کیا تو سزا بھی اسی سے ملتی جلتی ہوگی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وَمَنْ يُرِدُ فِيهِ بِالْحَادِ بِظُلْمٍ نُذَقَهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ“ [آل جمع ۲۵] (اور جو شخص بھی وہاں بے دینی کا عمل را ہ حق سے ہٹ کر کرے گا تو اس کو تم دردناک عذاب سے دوچار کریں گے) یہی وجہ دردناک عذاب سے دوچار کریں گے۔

جس میں دعا ہیں، بہت قبول ہوتی ہیں، وہاں متعدد مواقع ہیں، جہاں دعا کی قبولیت رکھی گئی ہے، ان میں دعاوں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے، خاص طور پر ملتزم پر دعا ہیں زیادہ قبول ہوتی ہیں، ملتزم اس جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں چٹ کر دعا کی جاتی ہے، یہ جگہ باب کعبہ کے نیچے کی دیوار ہے، وہاں دعا ہیں قبول ہوتی ہیں، صفا و مروہ پر بھی دعا ہیں گے اور توفیق سے نوازیں گے۔

آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

حضرت آدم علیہ السلام نے رکھی تھی، جو بعد میں مٹی سے ڈھک گئی، اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو اٹھائیں اور تا قیامت اس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے اولین گھر بنائیں، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھائیں اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو بھی اس میں شریک کیا، اور دعا کی کہ اے اللہ! تو اس کو قبول فرماء، کیونکہ تو سننے والا اور جاننے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی، اور اس گھر کو قیامت تک کے لیے رحیم کا مرکز بنادیا، دور دراز علاقوں سے عاز میں اس گھر کی زیارت اور طواف کے لیے آتے ہیں، پہلے زمانہ کے حالات میں سفر رحیم بہت مشکل ہوتا تھا، دور دراز علاقوں سے لوگ رحیم کرنے جاتے تھے، اس وقت جذبہ بھی قبل رید ہوتا تھا، لوگ اپنے اعزہ و رفقاء سے مل کر درخواست کرتے تھے کہ آپ کے ہمارے لیے دعا ہیں کریں، اور ہم سے آپ کے حق میں کوئی زیادتی ہوئی ہو تو معاف کر دیں، اب سفر کی سہولتوں کی وجہ سے ایسی باتیں کم ہوتی جاتی ہیں، ضرورت ہے کہ سابقہ روح اور جذبہ ہی سے رحیم کا کیا جائے۔

رحیم کی عبادت اس انداز کی رکھی گئی ہے کہ حاجی اللہ کی بندگی کا ہم وقت اظہار کرتا ہے، تبلیغ کے الفاظ میں اس کو ادا کرتا ہے: ”لیبک اللہم لیبک، لیبک لا شریک لک لیبک، ان الحمد والنعمة لك والملك لا شریک لك“ (میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، ساری تعریفیں اور نعمتیں آپ کی ہیں، اور با دشائیت بھی آپ کی ہیں، آپ کا کوئی شریک نہیں) اللہ تعالیٰ نے تا

احتساب عمل

دعویٰ عمل کا تضاد!

مولانا ابوالکلام آزاد

تحا اور نہ اس نے اپنا پیمان و فاقتوڑا اور خدا کے مقدس رشتے کی عزت کو اپنی غفلت و بد اعمالی اور غیروں کی پرستش و بندگی سے بٹا گیا: ”ذلک بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُنْ مُعِيرًا نِعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَى قَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلَيْهِمْ“

[الانفال: ۵۳] [اُس لیے کہ خدا بھی کسی قوم کی نعمت کو محرومی سے نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود ہی اپنے اندر تبدیلی نہ کر دے، اس لیے بھی کہ اللہ (سب کی) سنت اور سب کچھ جانتا ہے۔]

خدا بھی غیروں کے لیے نہیں بلکہ صرف تمہارے لیے ہے بہ شرطیکہ تم بھی غیروں کے لیے نہیں بلکہ صرف خدا ہی کے لیے ہے تو ”تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرُكُمْ وَيُبَشِّرُ أَقْدَامَكُمْ“ [محمد: ۷] (اگر تم خدا کے کلمہ حق کی مدد کرو گے تو اور مونوں کے لیے، لیکن جن کے دل نفاق میں کھوئے گئے وہ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔)

اندر ثابت قدمی اور مضبوطی پیدا کر دے گا۔

تم رجیع الاول میں آنے والے کیا یاد اور محبت کا دعویٰ رکھتے ہو اور مجلسیں منعقد کر کے اس کی مدح و ثناء کی صدائیں بلند کرتے ہو لیکن تمہیں کبھی یہ یاد نہیں آتا کہ جس کی یاد کا تمہاری زبان دعویٰ کرتی ہے، اس کی فراموشی کے لیے تمہارا عمل گواہ ہے اور جس کی مدح و ثناء میں تمہاری صدائیں زمزدہ سرا ہوتی ہیں، اس کی عزت کو تمہارا وجود بیٹھا لگا رہا ہے! وہ دنیا میں اس لیے آیا تھا کہ انسانوں کو انسانی بندگی سے ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبودیت کے صراط مستقیم پر چلائے اور غلامی کی ان تمام زنجیروں سے ہمیشہ کے لیے نجات دلادے جن کے بڑے بڑے بھل حلقوں نے اپنے پاؤں میں ڈال لیے تھے: ”وَيَضَعُ كُوئی صدائیں پاتے؟ آہ! تو اس کا وعدہ جھوٹا عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ التُّكَانَتُ

دنیا میں متضاد سے متضاد اجزاء باہم جمع ہو سکتے ہیں، آگ اور پانی ممکن ہے ایک جگہ جمع ہو جائیں، شیر اور بکری ہو سکتا ہے ایک گھاٹ سے پانی پی لیں، لیکن خدا کا ایمان اور انسان کا خوف، یہ دو چیزوں ایسی متضاد ہیں جو بھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں، اگر ایک بدجنت ایمان الہی کا دعویٰ کر کے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رہا ہے تو تم اسے ان کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکردا وجوہ انسان کی راہ میں ٹڑھک کر آ جاتے ہیں تاکہ دوڑنے والوں کے لیے ٹھوکرنہ بینیں، کیوں کہ وہ ایمان کے لیے ٹھوکرنہ بینیں، کیوں کہ وہ ایمان کے لیے چڑھا دیے گئے اور عزت نے تم سے منح چھپا لیا ہے؟ کیا خدا کا وعدہ نصرت تم تک نہیں پہنچایا گیا تھا کہ: ”وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ“ [سورة الروم: ۲۷] (مسلمانوں کو نصرت اور فتح دینا ہمارے لیے ضروری ہے) یعنی یہی طرح نہیں ہو سکتا کہ ہم غیروں کو فتح یا ب کریں اور مونمن ناکام رہ جائیں۔

پھر یہ کیا اتناقلاب ہے کہ تم ذلت کے لیے چھوڑ دیے گئے اور عزت نے تم سے منح چھپا لیا ہے؟ کیا خدا کا وعدہ نصرت تم تک نہیں پہنچایا گیا تھا کہ: ”وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ“ [سورة عرآن: ۱۳۹] مزید ارشاد ربانی ہے: ”لَا إِنْ أُولَيَاءُ اللَّهِ لَا يَحْزُنُوْنَ وَأَنْتُمْ مُؤْمِنُونَ“ [یونس: ۲۲] (یاد رکو کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دوست اور اس کے چاہنے والے ہیں، ان کے لیے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کبھی وہ غمگین ہوں گے)۔

لیکن آج جب کہ تم عید میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے ہو، تو تمہارا کیا حال ہے؟ وہ تمہاری دولت کہاں ہے جو تمہیں دی گئی تھی؟ وہ تمہاری روح حیات کیوں تمہیں چھوڑ کر چلی گئی، جو تم میں پھونکی گئی تھی؟ آہ! تمہارا خدا تم سے کیوں

روٹھ گیا؟ تمہارے آقانے کیوں تم کو صرف اپنی غلائی کے لیے نہ رکھا؟ کیا رجیع الاول میں آنے والے نے خدا کا وعدہ نہیں پہنچایا تھا کہ عزت صرف تمہارے ہی لیے ہے اور اس دولت یہ دو چیزوں ایسی متضاد ہیں جو بھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں، اگر ایک بدجنت ایمان الہی کا دعویٰ کر کے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رہا ہے تو تم اسے ان کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکردا وجوہ انسان کی راہ میں ٹڑھک کر آ جاتے ہیں تاکہ دوڑنے والوں کے لیے ٹھوکرنہ بینیں، کیوں کہ وہ ایمان کے لیے ٹھوکرنہ بینیں، کیوں کہ وہ ایمان کے لیے چڑھا دیے گئے اور عزت نے تم سے منح چھپا لیا ہے؟ کیا خدا کا وعدہ نصرت تم تک نہیں پہنچایا گیا تھا کہ: ”وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ“ [سورة عرآن: ۱۳۹] مزید ارشاد ربانی ہے: ”لَا إِنْ أُولَيَاءُ اللَّهِ لَا يَحْزُنُوْنَ وَأَنْتُمْ مُؤْمِنُونَ“ [یونس: ۲۲] (یاد رکو کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دوست اور اس کے چاہنے والے ہیں، ان کے لیے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کبھی وہ غمگین ہوں گے)۔

لیکن آج جب کہ تم عید میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے ہو، تو تمہارا کیا حال ہے؟ وہ تمہاری روح حیات کیوں تمہیں دی گئی تھی؟ وہ تمہاری حکموں کو آگے گرنا جانتے ہو؟، خدا کے وعدہ ”لَا يُحِلُّ لِلْمُعَادَ“ کے لیے اپنے اندر ایمان کی کوئی صدائیں پاتے؟ آہ! تو اس کا وعدہ جھوٹا عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ التُّكَانَتُ

معبدیت و محبویت کے لیے کوئی حکم اتنا را، یقین کرو کہ تمہاری غلامی کے یہ تمام مصنوعی بٹ کچھ بھی نہیں، حکم و سلطانی دنیا میں نہیں ہے مگر صرف تمہارے بڑوں نے اپنی گمراہی سے گھڑ لیے اور اللہ کے لیے، اس لیے حکم دیا کہ پرستش نہ کرو مگر مت کی ضلالت اور سرم پرستی نے ان کے اندر صرف اسی کی، یہی انسان کی فطرت صالح کی راہ مصنوعی بیبیت و مرعوبیت پیدا کر دی حالانکہ خدا ہے اور اس لیے یہی دین قیم ہے)۔

☆☆☆☆☆

علیہم“ [لعارف: ۷۵] (پیغمبر اسلام کے نہوں کا مقصد یہ ہے کہ گرفتاریوں اور بندشوں سے انسان کونجات دلادے اور غلامی کے) جو طوق انہوں نے اپنی گردنوں میں پہن رکھے ہیں، ان کے بوچھ سے رہائی بخشنے)۔

اس نے کہا اطاعت صرف ایک ہی ہے اور حکم و فرمان صرف ایک ہی کے لیے سزاوار ہے: ”إِنَّ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ“ [یوسف: ۳۰] (حکم اور طاقت کسی کے لیے نہیں مگر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے)۔

اس نے سب سے پہلے انسان کو اس کی چھنی ہوئی آزادی و حریت واپس دلائی اور کہا کہ مومن نے تباہ شاہوں کی غلامی کے لیے ہے، نہ کہنوں کی اطاعت کے لیے، نہ کسی اور انسانی طاقت کے آگے مجھنے کے لیے، بلکہ اس کے سر کے لیے ایک ہی چوکھ، اس کے دل کے لیے ایک ہی عشق، اس کے پاؤں کے لیے ایک ہی زنجیر، اور اس کی گردن کے لیے ایک ہی طوق اطاعت ہے، وہ جھلتا ہے تو اسی کے آگے، روتا ہے تو اسی کے لیے، اعتماد کرتا ہے تو اسی کی ذات پر، ڈرتا اور لرزتا ہے تو اسی کی بیبیت سے، امید کرتا ہے تو اسی کی رحمت پر، وہ مشرک نہیں کہ خدا کی طرح انسانوں کو بھی بیبیت اور قہاریت کی صفت بخش: ”أَرْبَابُ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهِ الْوَاحِدِ الْفَهَارِ، مَاتَعْبُدُونَ مِنْ دُوَّنِهِ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآباؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَنٍ إِنَّ اللَّهَ كُمْ إِلَّا لَهُ الْأَمْرُ إِلَّا أَنْ يَعْدُوا إِلَيْأَهُ، ذلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَ لِكِنْ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ“ [یوسف: ۳۹، ۴۰]

(پرستش اور غلامی کے لیے کئی ایک معبد بنا لیا اچھا یا ایک ہی خدائے واحد و قہار

مجھے آخرت تک جانا ہے!

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک بار ٹرین سے سفر کر رہے تھے، ان کو سہارنپور سے کاپور جانا تھا، ایک ریلوے گارڈ جوان کا معتقد تھا، اٹیشن پران سے ملنے کے لیے آیا، اتنے میں ایک دیہاتی آدمی بھی گیا، اس نے گنے کا ایک گٹھا تھنے کے طور پر مولانا کو پیش کیا، مولانا نے قبول کر لیا اور اپنے ساتھی سے کہا کہ ان گنوں کا وزن کرا کے ان کو بک کروا لو، گارڈ نے کہا: بک کروا نے کی کیا ضرورت ہے؟ اس ٹرین سے جو گارڈ جا رہا ہے، میں اس سے کہہ دیتا ہوں، وہ خیال رکھے گا۔ مولانا نے کہا کہ مجھے آگے جانا ہے، گارڈ نے سمجھا کہ مولانا کو آگے کسی اٹیشن پر دوسری ٹرین پکڑنی ہے، اس نے کہا: کوئی حرج نہیں، میں گارڈ کو بتا دیتا ہوں، وہ آگے والے گارڈ سے بھی کہہ دے گا اور آپ کو کوئی زحمت نہ ہوگی، مولانا نے کہا: مجھے اس سے بھی آگے جانا ہے، گارڈ نے حیرت سے پوچھا: آخر آپ کہاں تک جائیں گے؟ مولانا نے کسی قدر خاموشی کے بعد کہا: ”مجھے آخرت تک جانا ہے، وہاں تک کون سا گارڈ میرے ساتھ جائے گا۔“

یہ معاملہ محض ریل کے سفر کا نہیں، بلکہ تمام معاملات کا ہے، آدمی کا ہر معاملہ آخرت کا معاملہ ہے، دنیا میں کوئی ”گارڈ“، وقت طور پر آپ کا ساتھ دے سکتا ہے، مگر آخرت کی منزل پر پہنچ کر کوئی ”گارڈ“ ساتھ دینے والا نہیں، جس کا ذہن یہ ہو کہ مجھے آخرت تک جانا ہے، وہ ہر اس چیز کو بے قیمت سمجھے گا جو آخرت میں بے قیمت ہو جانے والی ہو، خواہ وہ کتنی ہی قیمتی نظر آئے، اسی طرح وہ ہر اس چیز کو وزن دینے پر مجبور ہو گا جو آخرت میں باوزن ثابت ہونے والی ہو، خواہ آج کی دنیا میں وہ کتنی ہی بے وزن دکھائی دے۔

☆☆☆

معاشرہ انسانی کی تعمیر میں دل کا گردار

مولانا اکٹر سعید الرحمن عظی ندوی

اٹھ پھل کے شکار تھے، ان کی زندگی شقاوت و
شقاوت سے عبارت تھی، ضلالت و گمراہی عام تھی
اور ٹلم و زیادتی کا بازار ان کے اندر گرم رہتا تھا،
ایسے پرآشوب حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی بخشش ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو شیخ
نا تو ان پر نبوت کی عظیم ذمہ داری ڈالی گئی، اور تعلیم
و تربیت، تزکیہ و احسان اور لوگوں کے قلوب کی
صفائی کی تاکید فرمائی گئی، غرض یہ کہ نبوت کے
چهار گانہ صداقت سے متصف ہونے کو کہا گیا۔

قرآن کریم میں ارشاد باری ہے:

”لَقَدْ مِنَ اللَّهِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتَّلَوُ عَلَيْهِمْ آيَاتٍ وَيُبَيِّنُ لَهُمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِجَّةَ وَإِنَّ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَغَيْرِ ضَلَالٍ مُّبِينٌ“ [سورہ آل عمران: ۱۲۳] (اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جوان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے ہیں، اور (خدا کی) کتاب اور دنائی سکھاتے ہیں، اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

آج اگر ہم معاشرہ انسانی پر ایک طاری نظر ڈالتے ہیں تو لوگوں کو فواحش و منکرات میں بتلا پاتے ہیں، عیاری، مکاری اور جعل سازی میں وہ اتنے بڑھ چکے ہیں کہ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے، ایسے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہمیں یاد آتی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ: خبردار! جسم انسانی میں گوشٹ کا ایک لوگڑا دکھائی دیتی تھی، شراب نوشی اور بے حیائی نے وہاں کے باشندوں کو سنجیدگی سے سوچنے کا موقع ہے، اگر وہ درست رہتا ہے تو پورا جسم درست رہتا ہے، اور اگر وہ بگڑ جاتا ہے تو پورے جسم کا نظام بگڑ

دنیا میں کتنے لوگ ایسے ہیں جنہیں ہر وقت اپنے دل کو غلط خیالات سے پاک صاف رکھنے کی قدر دامن گیر رہتی ہے، اگر انسان کا دل غلط تصورات اور عیوب و نقص سے پاک ہوتا ہے تو اختیار کرتا ہے۔

اس کے برعکس ایک گنہگار اور فاجر و فاسق شخص کے دل میں ارتکاب گناہ کے بعد ذرا اک کپیدا نہیں ہوتی، وہ بے کام میں منہمک و مصروف رہتا ہے، اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور نفس کی شیطنت کے درمیان تمیز پیدا نہیں کرتا، وہ گناہ کا اتنا عادی اور سیاہوجاتا ہے کہ فطرت بھی اس سے پناہ مانگتی ہے اور وہ شرافت و نجابت، زہد و قناعت اور صلاح و تقویٰ کے لبادہ کو اتارت کر پھیک دیتا ہے اور خراب پرزوں کو بدالنا جائے تو مالک کو اس سے کم منافع حاصل ہوں گے اور ناگاہ وہ اپنا کام کرنا بھی چھوڑ دے گی، جس کی وجہ سے جملہ سرگرمیاں ٹھپ پڑ جائیں گی۔

دل انسان کے جسم میں طاقت وقت کا سرچشمہ ہے، روگوں تک خون پہونچانے کا آل ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو پورا نظام جسمانی اپنا کام صحیح ڈھنگ پر انجام دیتا رہتا ہے، اور داخلی امراض سے وہ محفوظ رہتا ہے، دل جس طرح سے انسان کے جسمانی نظام کا مرکز ہوتا ہے اسی طرح اس کے روحاںی نظام کا تعلق بھی دل ہی سے ہوتا ہے، جب دل پاک ہوتا ہے تو انسان کا ہر عمل درست و پاکیزہ ہوتا ہے، اس کے ذریعہ ہر پاکیزہ انسانی ضرورت کی تکمیل ہوتا ہے، یہی دل جب

گذاریں گے اور ان کو ایسی دلگی زندگی نصیب ہوگی جو کبھی فنا نہیں ہوگی اور ایسی خوشی حاصل ہوگی جس کا اندازہ اس دنیاوی زندگی میں نہیں لگایا جاسکتا، یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام اطاعت و فرمانبرداری میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے اور معاشرہ انسانی میں احکام الٰہی کے نفاذ کی ترغیب دیتا ہے اور اس دین قیم کی شررواشاعت پر مأمور کرتا ہے جس کی تمام تر توجہات قلب ہی پر مرکوز ہوتی ہیں، اسلام، اسلامی تہذیب کے ان بنیادی ستونوں کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے کا حکم دیتا ہے جو آقاۓ مدینی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یوں بیان کیے گئے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے:- ۱- کلمہ طیبہ کی گواہی دینا، ۲- نماز قائم کرنا، ۳- زکوۃ ادا کرنا، ۴- رمضان المبارک کے روزے رکھنا، ۵- بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔

ان بنیادی احکامات پر عمل کرنے والے افراد ہی قلب سلیم کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں، وہ زمانہ کا شکوہ نہیں کرتے، بلکہ ایمان کامل کے ہتھیار سے لیں ہو کر زمانہ کا مقابلہ کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں ابوالأنیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کسب فیض کرتے ہیں، جن کی زندگی کا ابتدائی مرحلہ شرک پرستی و بت پرستی سے غمناک ہوا اور جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اس کی خوشخبری حاصل کرو۔

قرآن کریم کی اس آیت سے زیادہ قوی کیا کی پرواہ نہیں کی، بادشاہ وقت نمرود کی طرف سے آگ میں ڈالے جانے کا جو منصوبہ طے پایا تھا اس سے بھی خوف نہیں کھایا، نہ اس سے دل برداشتہ ہوئے اور نہ شرک سے سمجھوتہ کیا۔ یقول

تو زبان کے ذریعہ اس کو ختم کرے، اگر اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا، تو دل سے اس کو برا سمجھے، اور یہ ایمان کا آخری درجہ ہے۔

بعض لوگوں نے صرف یہ سمجھ رکھا ہے کہ دل صرف رگوں تک خون سپلانی کرنے کا آآل ہے، اسی پر اعتماد کر کے انہوں نے قلب کی غایلیت اور تاثیر سے چشم پوچش کی اور اس کو صاف و سخوار کھنے کے وسائل فراہم نہیں کئے، چنانچہ وہ خسارے میں رہے، دل کو صرف رگوں اور جسم کے پورے حصے میں خون پیوں چانے کا آآل سمجھنا، ذکر واذ کار سے اس کو پاک نہ کرنا اور اس کے قائدانہ کردار سے تغافل برنا یہ سب غیر دانشمندانہ اور غیر اسلامی اعمال ہیں اور اسلام قطعاً اس کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ وہ تو ذکر واذ کار، توجہ و انباتِ الٰہی میں مشغول رکھنے کا حکم دیتا ہے، کیونکہ ان کے ذریعہ انسان کو فکری و روحانی غذا ملتی ہے، اور ایسے لوگوں کے باوجود اس کا کیا کردار رہا ہے، اس کردار سے عدم واقفیت ہی نے یورپ کے باشندوں کو دل کا مریض بنادیا ہے، جس کی وجہ سے وہاں کثرت سے دل کے دورے پڑتے ہیں، بالآخر وہ اس کی سرجی کرتے ہیں، اور فطری طریقے سے اس کو خون فراہم کرنے کا راستہ بناتے ہیں۔

امراض قلب کے بعض ماہرین کا کہنا ہے کہ اللہ کے ذکر سے ہی قلب کو تمام بیماریوں سے پاک و صاف رکھا جاسکتا ہے، جو بنده صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے روتا اور گڑگڑاتا ہے اس کو قلب کی ظاہری و باطنی کوئی بیماری نہیں لاحق ہوتی ہے۔

دینی اعتبار سے قلب ایمان و ایقان کا مرکز ہے، وہ کبھی بھی اخلاقی امراض پر بندش لگانے اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں ہاتھ اور زبان کا نمائندہ ہوتا ہے، اسی طرح جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی شخص برائی دیکھے تو ہاتھ سے ختم کرنے کی کوشش کرے، اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتا جنت کی سدا بہار ولازوں نعمتوں کے بیچ زندگی شاعر -

ہماری مطبوعات

☆ عمرہ کاغذ ☆ بہترین طباعت ☆ خوبصورت سروق

125/-	تاریخ الادب العربي (الاسلامی)	۱۳
70/-	تاریخ الادب العربي (المجالی)	۱۵
50/-	مقدمہ شیخ عبدالحق دہلوی	۱۶
16/-	اسلام کی تعلیم	۱۷
150/-	تفہیم المطق	۱۸
20/-	مبادی علم اصول الفقه	۱۹
200/-	سوانح صدریار جنگ	۲۰
150/-	مخاتر من صفة الصفوۃ	۲۱
55/-	شرح العقیدۃ الطحاویۃ	۲۲
60/-	اصول الشاشی	۲۳
100/-	علم اصول الفقه	۲۴
150/-	حیات عبدالباری	۲۵
170/-	تاریخ ندوۃ العلماء (اول)	۲۶
180/-	تاریخ ندوۃ العلماء (دوم)	۲۷

نمبر شار اسماے کتب	قیمت
۱ زعیمان لحرکۃ الاصلاح	70/-
۲ روداد حسن	200/-
۳ الصحافتة العربية	160/-
۴ تمرین الصرف	55/-
۵ رسالتۃ التوحید	60/-
۶ دیوان الحماستہ (اول)	165/-
۷ دیوان الحماستہ (دوم)	165/-
۸ فتاوی ندوۃ العلماء (اول)	350/-
۹ فتاوی ندوۃ العلماء (دوم)	400/-
۱۰ فتاوی ندوۃ العلماء (سوم)	400/-
۱۱ مختار اشعر العربی (اول)	15/-
۱۲ مختار اشعر العربی (دوم)	18/-
۱۳ العقیدۃ السنیۃ	20/-

ملنے کے پتے :

9889378176

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

9415912042

مکتبۃ اسلام، امین آباد، گوئن روڈ، لکھنؤ

9936635816

مکتبہ الفرقان، نظیر آباد، لکھنؤ

9198621671

مکتبہ علمیہ، شباب مارکیٹ ندوہ روڈ، لکھنؤ

9450373541

مکتبہ ندویہ، ندوہ کیمپس، ٹیکور مارگ، لکھنؤ

ایک ضروری اعلان: بعض ناشرین کتب نے مجلس صحافت ونشریات کی کتابیں غیر قانونی طریقے کرائی ہیں، اس لیے قارئین سے گزارش ہے کہ مجلس کی جلدی وغیر دری وغیر کتابیں درج بالا مکتبوں ہی سے خریدیں اور بذریعہ ڈاک بھی طلب کریں، مادری دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ساتھ آپ کا یہ نیت مغلصانہ تعاقون ہو گا۔

ناشر مجلس صحافت ونشریات

ٹیکور مارگ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

بے خطر کو پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لمبام ابھی
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس
قائدانہ کردار سے بنی نوع انسان کو ایک نیا راستہ
دکھایا اور یہ تعلیم دی کہ اگر انسان ایسے ماحول میں
ہو جہاں شرک و بت پرستی عام ہو، مجاہرین اور
پروہنہوں کی کثرت ہو، اور حالات صحیح رخ اختیار
نہ کر سکے ہوں، اسلام دشمن طاقتیں بر سر پیکار
ہوں تو گھرانے کی قطعاً ضرورت نہیں، بلکہ اپنے
قلب کے اندر ایمان کی شرح روشن کر کے دعوت
اسلامی کے عظیم فریضہ کو بحسن و خوبی انجام دیئے
کی ضرورت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا عملی
نمونہ بھی پیش کیا، کیونکہ وہ وسیع دماغ کے مالک
تھے، قلب سلیم جیسی عظیم نعمت ان کو حاصل تھی،
امن و امان اور چین و سکون کے ساتھ زندگی بسر
کر رہے تھے، ان پر رحمت کی گھٹائیں چھائی
رہیں، ہر طرف سے خدا کا تحفظ حاصل رہا، وہ خدا
کے فرمادر، بلکہ توحید کو بلند کرنے والے اور
عظیم داعی الی اللہ تھے، بالآخر طاغوتوی طاقتوں کا
سرپیچا ہوا، حق کا بول بالا ہوا، ایمان کامل اور قلب
سلیم جیسے تھیارنے اپنا کام کر دکھایا۔

اس وقت ہمیں بھی حالات حاضرہ کے پیش
نظر اپنے دل و دماغ کی صلاحیتوں کو صحیح ڈھنگ
سے استعمال کر کے معاشرہ کی اصلاح میں تعمیری
کردار ادا کرنے کی بے حد ضرورت ہے، تاکہ دنیا
سے شر و سادا اور بگاڑ کا خاتمہ ہو اور لوگ فطرت
کے مطابق زندگی بسر کریں اور اپنے مالک و خالق
کی یاد میں لگے رہیں۔



فکر معاصر

اسلام کے نام سے یہ رسمیگی کیسی؟

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

علاقوں میں بھیج دیا، جب اس کی اطلاع امام اوزاعی کو ہوئی جو اس زمانے میں شام کے قاضی تھے تو انہوں نے گورنمنٹ کی سخت مذمت کی اور حضور پاک کا فرمان یادداشتیا: "من ظلم معاهداً اوکلفہ فوق طاقہ فائناً خصمہ یوم

القیامۃ" (جس شخص نے ذمیوں کے ساتھ ظلم و نا انصافی برقراری یا ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجوہِ الاتو قیامت کے دن میں ان ظالموں کے مقابل ہوں گا) یہ سنتا تھا کہ والی بُلَانَ نے اپنے فیصلہ سے رجوع کر کے سمجھوں کو عزت کے ساتھ اپنے اپنے وطن بھجوادیا۔

قروان و سلطی میں (جو جابر حکومتوں کا عہد ہے اور جس میں غیر مسلم حکومتوں میں مسلمانوں پر سخت ظلم کیا جاتا تھا) مسلم مالک میں غیر مسلموں کے خلاف کسی بے جا کارروائی کا سراغ نہیں ملتا اور اگر کہیں کوئی واقعہ ہو بھی جاتا تو علماء اس پر سخت گرفت کرتے۔ خواہ والیان حکومت کتنے ہی سخت کیوں نہ رہے ہوں۔ خلافت عثمانی کے زمانہ میں آرمیوں نے طرح طرح کی مشکلات پیدا کر دی تھیں، اور پڑوئی عیسائی ممالک ان کو فتح کر پا کرنے کی غرض سے اکسایا کرتے تھے، لیکن

اس کے باوجود عثمانی حکام نے جب بھی ان معاندین کا تعاقب یا سرزنش کرنی چاہئے تو علماء اسلام اور مفتی سلطنت نے انھیں یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ ذمی ہیں، ان کے ساتھ سخت و نا انصافی کا معاملہ روا کھنا پر اس وقت تک لازم ہے جب تک ان کی خیانت چاہا، علمائے اسلام نے آگے بڑھ کر اس کا محاسبہ کیا اور مسلمان حاکم کو ظلم سے باز رکھا، بُلَانَ کے گورنر علی بن عباس نے غیر مسلم باغیوں کے چل جائے، اس لیے ان سلاطین نے محدود طور پر کارروائی کیں جس پر مغربی مورخین نے بُلَا گم راہی سے الگ ہو بھی ہے، تو جو شخص بتوں

مختلف ملکوں اور تحریکوں کے قائدین و قیادوں سے اعتقاد نہ رکھے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے ایسی رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے جو کبھی تو نہیں ہے اور خدا سب کچھ سنتا اور (سب کچھ) تحریکوں کے بارے میں ایسے بیانات دیتے رہتے ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے

دوسرے موقع پر ارشاد ہے: "فَإِنَّكُمْ تُنْكِرُونَ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ". [یونس: ۹۹] (تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں؟) "إِنَّكُمْ لَا تَهْدِي مَنْ أَحَبْبْتُ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ". [القصص: ۵۶] (جس کو آپ چاہیں ہدایت دیں نہیں کر سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے)۔

"إِنْ جَنَحُوا إِلَى السُّلْطُونَ فَاجْنَحْ لَهَا". [الانفال: ۲۱] (اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو، کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے)۔

ان ہی ہدایات رباني کے نتیجہ میں اسلامی دور حکومت میں غیر مسلموں نے ہمیشہ امن و سلامتی کی زندگی بُرکی ہے اور جب کسی حکومت یا فرد نے ان کے ساتھ سخت و نا انصافی کا معاملہ روا کھنا پر اس وقت تک لازم ہے جب تک ان کی خیانت کیا اور مسلمان حاکم کو ظلم سے باز رکھا، بُلَانَ کے اور پڑوئی ممالک کے ساتھ ساز باز کا یقینی پتہ نہ چل جائے، اس لیے ان سلاطین نے محدود طور پر خلاف کارروائی کر کے ان پر قابو پالیا اور مصلحت کے پیش نظر انھیں اپنے وطن سے دور کی اور شور مچایا ہے۔

اسلام کے بارے میں شکوہ و شبہات کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور عالم اسلام اور اسلامی تحریکوں کے بارے میں ایسے بیانات دیتے رہتے ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ دلوں میں اسلام کا خوف بیٹھا ہوا ہے جس کا اظہار وہ اس طرح کرتے ہیں، ان کی تحریریں بتاتی ہیں کہ وہ اسلام کی خوبیوں اور کمال سے انکار اور اسلام کی پیش قدمی اور تاثیر کی صلاحیت سے خوف کی وجہ سے بڑی آزمائش میں مبتلا ہیں۔ بعض

قدیم ایک وقت میں اسلام کی شاندار علمی تاریخ قائدین ایک طرف اسلام سے ڈراتے بھی ہیں، اور جماعتی اصلاحات کا اعتراض کرتے ہیں، دوسرا طرف اسلام سے ڈراتے بھی ہیں۔

تاریخ سے ثابت شدہ حقیقت یہ بتاتی ہے کہ اسلام نے یہود و نصاری اور غیر مسلموں کے ساتھ ہمیشہ عفو و درگذر اور حسن اخلاق کا معاملہ کیا ہے، کبھی بھی اس نے زور و بُرداشت سے کام نہیں لیا، قرآن کریم کی ہدایات اس سلسلہ میں بہت واضح ہیں، ارشاد رباني ہے: "لَا إِنْكَرَاهُ فِي الدِّينِ، قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيْرِ فَمَنْ يَنْكُرُ بِالظَّاغُوتِ وَيُؤْمِنُ بِاللَّهِ فَقَدْ أَسْتَمْسَكَ بِالْعُرُوهَةِ الْوُنْقَى لَا انْفَصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيهِمْ". [سورہ بقرہ: ۲۵۶] (دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے، ہدایت (صف طور پر ظاہر اور) گم راہی سے الگ ہو بھی ہے، تو جو شخص بتوں

ہوں کہ ہمارے اسلاف کے ساتھ خود نصرانی کے بعد وسر افتویٰ دیا کہ: ”بتوال کتاب مملکت اسلامیہ میں رہ کر جزیہ دیتے رہیں اور حکومت کے فرماوائیں نے یہ سلوک نہیں کیا تھا۔“

محمد فاتح اپنے اعلیٰ اقتدار اور زبردست فوجی قوت (جس کے ذریعہ مغربی لشکر کو مغلوب کر کے قسطنطینیہ کی بازیابی ہو سکی) کے باوجود حلم و بردباری اور عفو و درگذرا جوش پوشی کے اصولوں پر کار بند تھا، مورخین کا اتفاق ہے کہ انہوں نے اپنی رعایا کے ہر فرد کو استحقاق ثابت ہو جانے اور معاملہ طے ہو جانے کے بعد امان دیدی اور اپنے تمام گورنزوں کو تین دن کے بعد تادبی سزا جاری رکھنے سے منع کر دیا، پر دیسیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ ان کے ایجادی رویہ کے سلسلہ میں سب سے بہتر شاہد وہ فرمان شاہی ہے جو سلطنت عثمانیہ کے آخری زمانہ میں صادر ہوا تھا۔ جس میں گرجا بنانے اور دینی سرگرمیاں جاری رکھنے کی پوری اجازت دی گئی تھی اور اس راستے میں روٹے اٹکانے والوں کے ساتھ بھی عملی عفو و درگذرا کی گئی تھی، لیکن اس کے بر عکس مسلمانوں کو انتقامی کارروائیوں کے ایک طویل سلسلہ کا سامنا کرنا پڑا۔

سلطان محمد فاتح کے اسی قسم کے روادارانہ رویہ کی تعریف فرانسیسی ادیب اور مفکر پیغم خزر یزی کے بعد کریمیائی تاتاریوں کو جنمی کے ساتھ تعاون کے الزام میں ملک بدر کر دیا اور اپنے پادری کے انتخاب میں پوری آزادی دے کر سلطان محمد فاتح نے اپنی اعلیٰ ذہانت و بردباری تک اپنے وطن واپس نہیں آئے، اور اس وقت دنیا کے اندر پناہ گزیوں میں ۵٪ ریصدی تعداد مسلمانوں کی ہے۔

تاریخ سے ثابت اس اسلامی رواداری اور مسلم ممالک میں تمام مذاہب کے قیام کے باوجود یورپی قلمکاروں کی طرف سے مسلسل یہ پوپیگڈہ کیا جاتا ہے کہ اسلام کی اگر حکمرانی ہوئی تو انسانی

کے بعد وسر افتویٰ دیا کہ: ”بتوال کتاب مملکت اسلامیہ میں رہ کر جزیہ دیتے رہیں اور حکومت کے تابع رہیں اُنھیں شریعت اسلامیہ کی طرف سے اپنے مذہب پر باقی رہنے اور اپنے ملی شعائر پر آزادی کے ساتھ کار بند رہنے کی پوری اجازت ہے، حکومت ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی ضامن ہوگی“، سلطان سلیم نے بھی شیخ الاسلام کی رائے اور فتویٰ کو تسلیم کر لیا، اگرچہ یہ ان کی سیاسی مصلحت کے خلاف تھا۔

شیخ الاسلام کے اس موقف کے سلسلہ میں ایک امریکی مؤرخ کا بیان ہے: ”یہ بڑی مناسب تجویز تھی جو شریعت اسلامیہ کی روح کے عین مطابق تھی۔“ [الدولۃ العثمانیہ دولۃ کردے، سلطان اس مشکل سے بچنے کے لیے انتہائی غور و خوض کے بعد اس نتیجہ تک پہنچ کر مسیحیوں کے سامنے یہ حل رکھا جائے کہ وہ یا تو اپنے مذہبی دشمنوں کے ساتھ بھی عملی عفو و درگذرا کا مشرف بہ اسلام ہو جائیں یا مزرا کے لیے تیار ہو جائیں۔

ڈاکٹر پرن Person کا کہتا ہے: ”مسلمانوں کی سب سے بہترین خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے مذہبی دشمنوں کے ساتھ بھی عملی عفو و درگذرا کا نصف صدی گذر جانے کے باوجود یہ لوگ اب تو تک اپنے وطن واپس نہیں آئے، اور اس وقت دنیا کا ثبوت دیا، پادریوں کا انتخاب عمل میں آجائے کے بعد سلطان پوری عظمت کے ساتھ اس کی تویش کرتا تھا اور اپنے ہاتھوں سے دستار عطا کرتا، حتیٰ کہ بعض پادری یہ کہنے پر محظوظ ہو گئے کہ سلطان نے جس اعزاز و اکرام سے مجھے نوازا ہے میں اس گردان زدنی شمار کیا جائے گا، شیخ الاسلام نے یہ فتویٰ دے بھی دیا، اس لیے کہ سلطان نے معاملہ کو اس طرح پیش کیا تھا جس سے بعض گوشے شیخ سے مخفی رہ گئے تھے، لیکن شیخ نے پھر سے غور کرنے

ڈاکٹر عبدالعزیز محمد شناوی اپنی کتاب ”ملکت عثمانیہ“ میں غیر مسلموں کے ساتھ زرم رویہ اختیار کیے جانے کے سلسلہ میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں:

سلطان سلیم اول ایران میں صفویوں کے خلاف فوجی کار رائیوں میں مشغول تھے کہ ملک کے عیسائی باشندوں کی طرف سے کچھ مشکل نقل و حرکت کا علم ہوا جس سے سلطان کو خطرہ محسوس ہونے لگا کہ ان کی ملک کے اندر معقول آبادی ہے اور آس پاس کے ملک عیسائی ہیں۔ عثمانی فوجیں دارالسلطنت سے دور میدان جنگ میں دشمن سے بر سر پیکار ہیں، یہ موقع سے فائدہ اٹھا کر کہیں کوئی قتنہ نہ کھڑا کر دیں جو ملک کو پارہ پارہ کر دے، سلطان اس مشکل سے بچنے کے لیے انتہائی غور و خوض کے بعد اس نتیجہ تک پہنچ کر مسیحیوں کے سامنے یہ حل رکھا جائے کہ وہ یا تو مشرف بہ اسلام ہو جائیں یا مزرا کے لیے تیار ہو جائیں۔

اس سے کچھ قبل اندرس میں مسلمانوں کے سامنے ایسی ہی صورت رکھی گئی تھی اور مسیحی مذہب قول نہ کرنے پر مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا تھا، اپین کی جابر حکومت سے وہ اس طرح انتقام لینا چاہتے تھے۔

سلطان سلیم اول نے یہ مسئلہ شیخ الاسلام جمالی کی خدمت میں پیش کیا کہ مسیحی باشندوں پر اسلام قبول کرنا ضروری ہے، اس کا منکر موجب گردان زدنی شمار کیا جائے گا، شیخ الاسلام نے یہ فتویٰ دے بھی دیا، اس لیے کہ سلطان نے معاملہ کو اس طرح پیش کیا تھا جس سے بعض گوشے شیخ سے مخفی رہ گئے تھے، لیکن شیخ نے پھر سے غور کرنے

مغربی حکمرانوں اور سامراجی پالیسی وضع کرنے والوں کے یہ بیانات ان کے اندر ورنی خوف وہ راس کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں، اور ان کا حاصل بس دو جملوں میں یہ ہے، اسلام میں اتحاد و اتفاق اور ایک ساتھ جٹ کر چلنے کی غیر معمولی صلاحیت، اور غیر اسلام میں اسلام سے مقابلہ کرنے کی قوت کا لفدان۔

سامراجی طاقتوں نے اسلام کا قلع قع

کرنے اور مسلمانوں کو اپنے اصل سرچشمہ سے قطع تعلق کرنے کے لیے امکانی حد تک پوری کوشش کرڈی، اور ماسونی، صہیونی اور کیونزمن نے دلوں سے شرارہ ایمانی گل کرنے کے لیے ایڈی چوٹی کا زور لگادیا، ان تنظیموں نے اسلامی و ترمیتی ادaroں کے خلاف اپنی پوری تو انائی مرکوز کر دی تا کیونکہ یہ اس کے سامراجی مفادات و مقاصد کی راہ میں رکاوٹ بنے گا۔

اس خوف کا اظہار مورس براؤن کے بیان سے ہوتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ: "اگر مسلمان متعدد ہو گئے تو بہت ممکن ہے کہ وہ دنیا والوں کے لیے خطرہ اور لعنت کا سبب بن جائیں، لیکن جب تک وہ باہم دست و گریاں اور تفرقہ و انتشار کا شکار رہیں گے اس وقت تک دنیا کی منڈی میں ان کی کوئی وقعت و حیثیت نہیں رہے گی۔"

پادری سیمون (G. Simmon) کا کہنا ہے کہ "اتحاد" لوگوں کی دیرینہ آرزوں کی تجھیں کا ذریعہ ہے۔ اور یورپی اقتدار سے نجات حاصل کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار۔

اسلٹن بومان (I. Bowman) نے کہا ہے کہ "مغربی ممالک کا اسلام سے خوف زدہ ہونا طبعی ہے، اس کے کئی اسباب ہیں ان میں سے

ایک سب یہ ہے کہ تبعین اسلام کی تعداد ابتدائے عہد سے لے کر اب تک کبھی گھٹی نہیں، بلکہ برابر بڑھ رہی ہے، اسلام مخصوص چند رسمی عبادات کا نام نہیں، اس کے ارکان میں جہاد بھی شامل ہے، اور دوسری بات یہ کہ جو شخص اسلام لے آتا ہے وہ اس سے پھر نے کا نام ہی نہیں لیتا، تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ کوئی جماعت اسلام لانے کے بعد نصرانی ہو گئی ہو۔"

لارنس براؤن لکھتا ہے: "ہمیں مختلف گروہوں سے اندیشہ تھا، لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ ان سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں، ہمیں پہلے یہودی خطرہ سے، اسی طرح جاپانی اور روسی خطرہ سے ڈرھا، مگر یہ سارا خوف ہمارے زخم کے بر عکس ثابت ہوا، کیونکہ ہم نے دیکھ لیا کہ یہودی ہمارے ہی بھائی ہیں، اس لئے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑنے والے ہمارے بھی کڑ دشمن ہیں، پھر رو سیوں کو بھی ہم نے اپنا حیف پایا۔ جہاں تک جا پانیوں کا تعلق ہے تو ان سے بھی نہیں جا سکتا ہے، اب اصل خطرہ نظام اسلامی اور اس کے زندہ جاوید مذہب ہونے کی حیثیت سے اپنے حلقة تبعین کو وسیع کر لینے کی غیر معمولی قدرت و صلاحیت سے ہے، یورپی سامراج کے راستہ میں تحریک بلکہ ہر اسلامی کوشش کو ناکام بناانا چاہتے ہیں، حتیٰ کہ مساجد کی تعمیر اور نماز کی ادائیگی پر پابندی لگانے کی فکر میں ہیں، وہ ان سارے اعمال کو اپنے حق میں مضر بھختے ہیں جیسا کہ ایک فرانسیسی نے کہا بھی کہ اسلامی جماعتیں جس عقیدہ کی دعوت دیتی ہیں وہ ہماری یورپی تہذیب کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔

سامراجی مفادات کے پیش نظر جس طرح

تمدن خطرہ میں پڑ جائے گا۔

یورپ نے اپنے دور اقتدار میں انسانوں کے ساتھ بھیڑ یا بکری کا سما معاملہ کیا ہے اور تہذیب و تمدن، زبان و ثقافت سب کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا ہے، اب اس کو یہ اندیشہ ہے کہ اگر اس کی حکمرانی چھین گئی تو اس کو اپنے ظلم و استبداد کی وجہ سے برے دن دیکھنے پڑیں گے، اسلام کی مخالفت حقیقت میں اس خوف سے کی جاتی ہے کہ اس حکمرانی سے مغربی مفادات خطرہ میں پڑ جائیں گے، اس لیے اس کی مخالفت ابھی سامراجی بندیا دوں پر کی جا رہی ہے، اسلام کے مخالفین اس طرح کے غلط دعوے اس لیے کر رہے ہیں کہ یورپ کوئی مذہب سے حتیٰ کہ یہودیت سے خطرہ نہیں، بلکہ اسے خطرہ صرف اسلام سے ہے، کیونکہ یہ اس کے سامراجی مفادات و مقاصد کی راہ میں رکاوٹ بنے گا۔

اس خوف کا اظہار مورس براؤن کے بیان سے ہوتا ہے، اس کا کہنا ہے کہ: "اگر مسلمان متعدد ہو گئے تو بہت ممکن ہے کہ وہ دنیا والوں کے لیے خطرہ اور لعنت کا سبب بن جائیں، لیکن جب تک وہ باہم دست و گریاں اور تفرقہ و انتشار کا شکار رہیں گے اس وقت تک دنیا کی منڈی میں ان کی کوئی وقعت و حیثیت نہیں رہے گی۔"

پادری سیمون (G. Simmon) کا کہنا ہے کہ "اتحاد" لوگوں کی دیرینہ آرزوں کی تجھیں کا ذریعہ ہے۔ اور یورپی اقتدار سے نجات حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

نیز اسلامی ارتقا کی تیجی یا اسلامی اتحاد کے ساتھ تعادن کے سلسلہ میں ہمارا موجودہ نظریہ درست نہیں معاملہ اس کے بر عکس ہونا چاہیے۔

دنیا کا سب سے پہلا عبادت خانہ!

مولانا عبدالماجد دریابادی

اللہا کبر! یہ کون سا گھر سامنے ہے؟ نگاہیں کس گھر کی دیواروں کی بلائیں لے رہی ہیں؟ یہی تو وہ گھر ہے جس کی بابت کہا گیا ہے: ”دنیا کے بت کدہ میں پہلا وہ گھر خدا کا“ رونے زمین پر سب سے پہلا عبادت خانہ! صدی و صدی کی تعمیر نہیں، دو ہزار چار ہزار برس کی عمارت نہیں، دنیا کا سب سے پہلا عبادت خانہ! کون تاریخ اس وقت کا پتہ بتاسکتی ہے؟ کس شل انسانی کا حافظہ وہ زمانہ یاد رکھ سکتا ہے؟ جس گھر کی بنیادیں خود آدم نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہوں، یعنی آدم میں کون اس وقت کی یاد اپنے حافظے میں رکھ سکتا ہے؟ اللہ اللہ! اس طویل اور بے حساب مدت میں، اس ناقابل پیاساں عرصے میں کتنے عبادت خانے بنے اور بگڑے، کتنے مندر تعمیر ہوئے اور کھدے، کتنے گرجے آباد ہوئے اور اجڑے، کیسے کیسے انقلابات زمین نے دیکھے اور آسمان نے دھلانے۔ بلندیاں پست ہوئیں اور پستیاں بلند ہوئیں۔ باہلِ مٹا، مصر مٹا، چین مٹا، ہندوستان مٹا، ایران مٹا، یونان مٹا، رومہ مٹا، خدا معلوم کتنے ابھرے اور ابھر کر مٹے، کتنے بڑھے اور بڑھ کر گئے، پر ایک عرب کے ریگستان میں خاک اور ریت کے سمندر میں پھٹاںوں اور پھٹاںوں کے وسط میں، وادیوں اور لگانوں کے درمیان یہ سیاہ چوکور گھر، جسے نہ کسی انجینئرنے بنا یا نہ کسی مہندس نے، جوں کا توں کھڑا ہوا ہے! صد ہاٹوفان، ہزار ہا انقلابات، بے شمار زلزلے آئے اور گزر گئے اور اس پاک اور پیارے گھر کوئی اب رہہ مٹا سکا، نہ کوئی زار نکلوں اور نہ کوئی گلیڈ اسٹن! جو سے مٹانے کو اٹھاواہ خود مٹ گیا اور اللہ کے گھر میں اللہ کی جو عبادت آدم اور حوانے کی تھی وہی آج آدم کے فرزند اور حوا کی پیشیاں کر رہی ہیں! ربِ اسلام و الارض کا گھر، بیت اللہ! رونے زمین کے سارے طول و عرض میں کوئی اور گھر بھی، کہیں اور کہی اس نام سے پکارا گیا؟

دیویوں کے مٹھتے بنائے گئے، دیوتاؤں کے مندر کتنے سجائے گئے، بتوں کی پوچاکے لیے کیسے کیسے کلکس دارشاوے سنوارے گئے اور آج بیسویں صدی کے دور جاہلیہ الآخری میں آرٹ اور سائنس کی دیویوں اور تہذیب و تدبین کے دیوتاؤں کی پوچاکے لیے، کالجوں اور یونیورسٹیوں اور آرٹ اکیڈمیوں کے نام سے، کتنے بت کدوں اور صنم خانوں کی اوپھی اوپھی تعمیریں کہاں اور کس حصہ زمین میں نہیں ہو رہی ہیں؟ بے شمار بت ہیں اور بے شمار ہی بت کدے، لیکن وہ جو ایک اکیلا ہے، واحد اور احد ہے، یکتا اور لا شریک ہے، ذرا شان تو حید کا پرتو دیکھنا، اس کام کا بھی اس عالم آب و گل میں صرف ایک ہے، تاریخ کے اور اقیانوس کے اور اسی صرف بھی ایک عمارت ملے گی! اور پھر گھر بھی کیسا گھر؟ کس صفت کا گھر؟ ”ہدی للعالمین“ ساری دنیا کے لیے ہدایت رکھنے والا، ہرقوم، ہر ملک، ہر طبقہ، ہر گروہ کو درس ہدایت دینے والا! اس کے انوار، اس کے برکات، اس کے فیوض اور اسی کی ہدایات، کسی ایک زمانے کے لیے، کسی ایک ملک کے لیے مخصوص نہیں، زمان کے قیود اور مکان کے حدود سے آزاد، جب اور جہاں جس کا جی چاہے اس سے فیض حاصل کرے۔



یورپ کو اسلام اور اس کی ترقی سے اندریشہ ہے، اسی طرح اس کی گود میں پلنے والے چند نام نہاد حکمران بھی اسلامی تحریکوں کو خطرہ سمجھتے ہیں اور یہ خوف اس بات کا نہیں ہے کہ ایک مذہب دوسرے مذہب کے مقابلہ میں یا اسلام عیسائیت کے مقابلہ میں غالب آجائے گا، کیونکہ وہ بھی کسی حد تک مسلمان ہیں، ان میں سے اکثر روزہ نماز بھی کر لیتے ہیں، بلکہ ان کے خوف کا حقیقی راز یہ ہے کہ مسلمانوں کی فکری و تمدنی قیادت کا بول بالا ہو جائے گا جیسا کہ اس خطرہ کا اظہار براؤن کے بیان سے اوپر ہو چکا ہے۔

اور ایک مغربی ولاداہ نے اس خوف کا اظہار یہ کہہ کر کیا ہے: ”کون جانتا ہے کہ وہ دن پھر آجائے کہ مغربی ممالک مسلمانوں کے نزغہ میں آجائیں اور وہ ان پر آسمانوں سے ٹھیکی دل کی طرح ٹوٹ پڑیں۔ اور زمین سے ابل پڑیں۔

مزید لکھتا ہے: ”ان اختلالات کے بے پناہ شواہد موجود ہیں اس وقت یہ ایسی تو انائیاں اور میزائل و کارتوس کچھ کام نہ آئیں گے۔“

یہی وہ خطرہ ہے جو سامراجیوں کو اسلامی نظام اور اسلامی تہذیب کی طرف دعوت دینے والے افراد اور تحریکات کا قلع قلع کر دینے پر مجبور کیے ہوئے ہے اور اسی مقصود کے حصول کے لیے تمام مغربی حکمران تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ لیکن خالق کائنات کا وعدہ برحق ہے: ”وَمَكْرُؤُ وَمَكْرَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ“ (ایک تدبیر وہ کر رہے ہیں اور ایک اللہ کر رہا ہے اور اللہ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے)۔



منصب عظیم

اساتذہ مکرام میں مطلوبہ صفات

پروفیسر عطیہ محمد الابرشی

ترجمہ: مولانا نیکس احمد جعفری ندوی

کرنے لگا۔

۲- استاد اور شاگرد

درس اور تلمیز کے درمیان روحانی رشتہ اور تعنیت

ہونا چاہیے، وہی رشتہ جو باب کا بیٹھے کا ساتھ ہوتا ہے، اگر ہم یہ کہیں کہ ہمارے ہاں زیادہ تر مدرس اور تلمیز کے درمیان ضرب و عقاب کا رشتہ ہے تو کچھ غلط نہ ہوگا، مدرس اپنے طلبہ کو تھارت کی نظر سے دیکھتا ہے، وہ ان سے الگ تھلک رہتا ہے، اس اندیشہ سے کہ اگر ان میں محل مل گیا تو اپنی کرامت اور بزرگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، لیکن یہ بالکل مہمل خیال ہے، مدرس اگر صحیح طور پر اپنے فرائض انجام دے تو واقعی وہ باب کا درجہ حاصل کر سکتا ہے، اس کی تعریر میں بھی شفقت حلقہ ہو، غمی اور شریز سب اس کی محبت سے سیراب ہوتے ہیں۔

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مدرس کو باب کا قائم مقام ہونا چاہیے، تو باب سے ہماری مراد صرف باب نہیں ہے، مال باب دونوں ہیں، مدرس مال اور باب دونوں کی نیابت کرتا ہے، اس میں باب کی ختنی اور مال کی نزدیکی دونوں چیزیں ہوئی چاہئیں۔

۳- ہمارے دور میں ہماری سوسائٹی میں سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ جھوٹے بچوں کے ساتھ اچھا برداونیں کیا جاتا، یہ خیال کچھ عام سا ہو گیا ہے کہ بچے طبعاً شریز ہوتا ہے، اور اس کی شرارت صرف مارنے ہی سے دور کی جا سکتی ہے، اس کے نظری میلانات اور طفلی لذات کا قلع قلع کرنے کا واحد ذریعہ ڈنٹا ہے، اسی جہالت کے سبب والدین بچوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے اور ان سے امر محال کی توقع کرتے ہیں، بچپن ہی کے زمانے میں انہیں کسب معاش پر لگا دیتے ہیں، خواہ وہ کارخانے کی مزدوری ہو یا کسی گھر کی ملازمت، کیا

ہے کہ ایک مدرس نے مدرسے کے پرنسپل کو ایک طالب علم کی روپرٹ بھیجی کہ اس کے درجہ سے کسی شاگردوں سے وہی محبت کرے جو ایک باب اپنے دوسرے بیچے درجے میں منتقل کر دیا جائے، اس بیٹھے سے کرتا ہے اور ان کے بارے میں اسی طرح فکر مند ہوتا ہے، ہر تربیت دہندہ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ قبل اس کے وہ کسی کو آدمی بنانا چاہے، خود آدمی بن لے، اپنی اولاد کو اگر کامل بنانا چاہتے ہو تو پہلے خود کامل بنو، اپنے بیٹھوں کو اخلاق فاضلہ کے زیور سے آراستہ کرنا چاہتے ہو تو خود بھی صاحب اخلاق بنو، اپنے بیٹھوں اور شاگردوں کا احترام کرو، وہ تمہارا احترام کریں گے، بچہ کی شخصیت کا احترام کروتا کہ وہ اپنے جذبات و احساسات ظاہر کر سکیں۔

ایک مدرس اگر اپنے فن اور علم سے پورے طور پر واقع ہے تو بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتا، جب تک اس کا دل بچوں اور شاگردوں کی محبت سے لبریز نہ ہو، جو مدرسہ اطفال کی محبت سے خالی ہو وہ تلامذہ اور مدرسین کا اکھاڑہ بن جاتا ہے، اگر معلمین کے دلوں میں شاگردوں کی محبت نہیں ہے، تو وہ اس سے بھاگیں گے، اس کے خلاف دل میں کیندر کھیں گے، آپ اکثر دیکھیں گے کہ شروع شروع میں بچے معلم سے محبت کرتے ہیں پھر جیسے جیسے پہنچانتے جاتے ہیں، اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں، مدرسہ میں آنے سے پہنچانے لگتے ہیں۔

ولایت متحده امریکہ کے ایک مدرسہ کا واقعہ بجائے سزادینے کے اس سے وہ ملاطفت کا سلوک

مدرس کو یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اس کا کام ناتمام نہ ہو اور وہ اپنے فرائض و واجبات میں کوتا ہی کا مجرم نہ ہو، اس سے تعلیم کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، اور درجہ کھیل کا میدان بن جاتا ہے، جہاں تعلیم کی آواز نہیں گئی، ہنگامہ اور شور غل سے کان میں پڑی آواز نہیں سنائی دیتی، جس کا جی چاہتا ہے کھیلتا ہے، کتابیں ادھراً درہ بکھری پڑی ہوتی ہیں، طلبہ ایک دوسرے سے گندے نماق کرنے لگتے ہیں، جس سے مدرسہ اور درجہ کا ضبط و نظم بالکل ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔

۴- مدرس اور ذندگی

مدرس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مدرسہ کے باہر کی زندگی، سیاست، اجتماعیت، ادبیت، علیت اور فنیت سے پورے طور پر آشنا ہو، تاکہ وہ اپنے طلبہ کی زندگی سنوار سکے، انہیں آسمانہ زندگی کے لیے تیار کر سکے، اگر وہ خود ان چیزوں سے بے بہرہ ہے تو اپنے شاگردوں کو کیا بتائے گا؟

مدرس اگر یہ چاہتا ہے کہ تلامذہ کے نفوس میں اس کی بہت زیادہ عظمت و منزلت ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ امور حیات کا راز داں ہو، عالموں، لیدروں، فکاروں، ادیبوں، شاعروں، افسانہ نویسوں کے احوال و کوائف سے پورے طور پر وافق ہو، ایک مدرس کے لیے جس طرح یہ ضروری ہے کہ خارجی زندگی سے وافق ہو، اسی طرح اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ داخلی زندگی سے بھی پورے طور سے آشنا ہو، وہ اپنے ملک کے حالات سے وافق ہو، اس کی قدمیم و جدید تاریخ سے وافق ہو، اس کی صنعت و وزارت سے بھی وافق ہو، اس کی تجارت اور سیاست بھی اس کی نظر سے اچھل نہ ہوں، تاکہ وہ اپنے تلامذہ کے افکار میں چھٹگی اور

طرح مدرس اپنے طلبہ میں حب وطن اور حب قومی کے جذبات پیدا کر سکتا ہے، اور اس طرح طلبہ کے ساتھ قوم اور سوسائٹی کی بھی بڑی خدمت کر سکتا ہے۔

پھول کاٹے گی؟ ہرگز نہیں، وہ کاٹے گی جو بولے گی وہ کاٹے گی گلاب کے پھول نہیں۔

۵- نمونہ کام دوس
مدرس کو طلبہ کے سامنے ایک اچھا نمونہ بن کر آتا چاہیے کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور کی طرف مائل ہی نہ ہو سکیں، بچہ سے بڑھ کر بہترین ناقد کوئی نہیں، اس کی نظریں بے لوث اور بے غرض ہوتی ہیں، وہ وہی کہتا ہے جو اس کا اعتقاد ہوتا ہے، عقل و شعور کے سوا اس کا کوئی اور ہنمانہیں ہوتا ہے، اس کے معاملات میں حکمت ملحوظ رکھی جائے، مدرس اور تلمذ کے درمیان محبت اور شفقت کا رشتہ ہو، باپ اور بیٹے کے درمیان عمدہ برداشت ہو، تو ایک شیطان رنجیم بچہ بھی ملکِ کریم بن سکتا ہے۔

مدرس کو اپنے شاگردوں سے الگ تھلگ نہیں رہنا چاہیے، بلکہ ان میں گھل مل کر رہنا چاہیے، اگر وہ ان کے ساتھ کھیل کے میدان میں گیند کھیلے، باغ کی تربیت و تنظیم میں ان کا ہاتھ بٹائے، غرض ان کے تمن اعمال میں شرکیک و سہم بن جائے تو اور اچھا ہے،

اسے یہ اندیشہ ہرگز نہیں کرنا چاہیے کہ اس طرح اس کا اکرام و احترام طلبہ کے دل سے کم ہو جائے گا، اس لیے کہ احترام تو ایک روحانی رشتہ ہے جو اخلاص، تیاری نہ کرنا اور درجہ میں تعلیم دینے کے لیے پہنچ جانا اخلاص نہیں ہے، یہ تفسیع اوقات ہے، جس سے طلبہ کو کثیر عجیب بات ہے کہ اگر پرشپل مدرسین سے، کمائٹر فونج سے، مدرس طلبہ سے بے تعلق رہے تو اچھے اور خوش گوارنمنچ کیوں کر مرتب ہو سکتے ہیں۔

۶- مدرس اور سوسائٹی
مدرس کو ہر قدم پر سوسائٹی کے فائدہ کا خیال رکھنا چاہیے، اسے ہمیشہ یہ محسوس کرنا چاہیے کہ تعلیم کی ہر شاخ سوسائٹی کے درخت ہی کا ایک جزو ہے، اس سامنے حفظ اوقات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے اور درجہ میں فرض کیجیے چالیس طالب علم ہیں تو گویا مدرس نے پانچ نہیں دوسومنٹ ضائع کیے۔

- ۸- علم سے غیر معمولی شغف رکھتا ہو۔
 ۹- فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہ نہ ہو، سختی کے موقع پر سختی اور نری کے موقع پر نری کرتا ہو لیکن اس کی سختی میں قساوت نہ ہو اور اس کی نری ضعف کے سبب نہ ہو، حکمت عملی سے کام کرنے کا عادی ہو۔
 ۱۰- تربیت جدیدہ کے اصولوں سے واقف ہو۔
 ۱۱- عزم اور ارادہ کا توہی ہو۔
 ۱۲- تو اندازہ است درست ہو۔
 ۱۳- حاضر جواب، صاحب الرائے، وسیع النظر اور واضح الخیال ہو۔
 ۱۴- برے کاموں سے مختسب رہتا ہو، ریکارڈاتوں سے دور رہتا ہو، تاکہ احترام و اجلال کا سزاوار بن جائے۔
 ۱۵- حلیم و بردار ہو، کشادہ قلب ہو، صبر و برداشت کی قوت رکھتا ہو، نفس و شعور کو ضبط و لفظ کا خوگر رکھ سکتا ہو، ذرا سی بات پر بھڑک نہ جاتا ہو، معمولی باتوں سے متاثر نہ ہو جاتا ہو۔
 ۱۶- زبان پر پوری قوت رکھتا ہو تاکہ اپنے خیال کی صفائی کے ساتھ وضاحت کر سکتا ہو اور اپنا مفہوم اچھی طرح سمجھ سکتا ہو۔

- ۱- طلبہ کو خود کام کرنے کا الیں بنانے کا جذبہ رکھتا ہو، ان کی صرف اسی وقت مدد کرتا ہو جب وہ خود طالب امداد ہوں۔

☆☆☆☆☆

جدیدہ کا خوگر ہو تو بھی اسے کافی فائدہ پہنچ سکتا ہے، اور اس فائدہ سے وہ اپنے طلبہ کو بھی خاطر خواہ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

۹- مدرس کی توجہ

مدرس کے لیے صرف بھی کافی نہیں کہ وہ مدرس ہے، اسے مرتب اور مہذب ہونا چاہیے، بغیر اس کے وہ کامل مدرس نہیں بن سکتا، اسے تعلیم پر قادر ہونا چاہیے، اپنے ادارہ کا ایک بہترین انسان بننا چاہیے، اپنے کام میں حکمت عملی کا خوگر ہونا چاہیے۔

۱۰- تربیت و تعلیم کی جدید روح اور اصول سے بھی مدرس کو پورے طور پر واقف ہونا چاہیے، مثلاً: ۱- طلبہ میں تعاون کی روح پیدا کرنا وہ اپنے ساتھیوں اور استادوں سے تعاون کر سکیں۔

۲- تعلیم اور عمل میں ربط پیدا کرنا چاہیے۔ ۳- خواہ مخواہ زجر و توبیح سے کام نہ لینا چاہیے۔ ۴- تلیز کو اعتماد نفس کے جذبے سے آشنا کرنا چاہیے۔

۵- شاگرد کو عمل کا شوق دلانا چاہیے۔ ۶- تلراندہ کی طبیعتوں کو بلوظ رکھنا چاہیے۔

۷- زندگی اور دنیا کے معاملات و مسائل سے اس کا فرمی رشتہ قائم ہونا، تاکہ وہ اپنے طلبہ کے سامنے کسی مسئلہ میں اپنی کم علمی کے سبب خاموش نہ رہے۔

ہماری پیدا کر سکے۔

حیات خارجی و داخلی کے معاملات و مسائل کی طرح مدرس کو حیات علمی سے بھی اپنا رشتہ استوار رکھنا چاہیے، اسے ہوائی اڈہ، جہاز، سرگ، بم، آبدوزشی، ٹوپ اور گولے بھلی اور دھوکی طاقت علم و ایجادات سے بھی کچھ نہ کچھ واقف ہونا چاہیے، تاکہ اگر طلبہ میں اس سے کوئی اس قسم کے معاملات پر اس سے سوال کر بیٹھے گا تو وہ گونگا نہ ثابت ہو۔

۸- فرینگ کالج

فرینگ کالج سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد ایک مدرس یہ سمجھ لیتا ہے کہ اب اس کی تعلیمی زندگی کا دور ختم ہو گیا، اسے جانا چاہیے کہ علم کی کوئی آخري حد ہے ہی نہیں، بلکہ مدرسہ سے نکلنے کے بعد ہی طالب علم کا اصل زمانہ شروع ہوتا ہے، مدرسہ تو صرف راستہ کھول دیتا ہے، اب راہ روی خود آپ کا کام ہے، ہذا ضروری ہے کہ علم اور معلومات کے حصول میں ہمیشہ آدمی لگا رہے تاکہ فکر کا دروازہ بند نہ ہو، علم و اطلاع، بحث و تجربہ اور خبر نظر کی طرف پچھی کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔

انگلستان کے مدرس صرف کالج کی تعلیم اور تجربات پر اکتفا نہیں کرتے، سالانہ تطبیلات کے زمانہ میں ہر سال دو ہفتے یا ایک مہینہ کے لیے موسم بہار کے مدارس میں شرکت کر کے تعلیم و تربیت پر اہم لیکچر سنتے اور اپنی معلومات بڑھاتے رہتے ہیں، علم انسف میں مزید درک حاصل کرتے ہیں اور غیر ملکی زبانوں کو سیکھ کر ان کے لیکچر سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، لتنا چھا ہو، اگر معلمین کو زیادہ کار آمد بنانے کی کوشش کی جائے۔

مدرس اگر کتب خانوں، لائبریریوں، اور عام پیچروں سے استفادہ کا عادی ہو اور مطالعہ کتب

طوبی بکڈپو لاکھنؤ

ہمارے یہاں قرآن و حدیث، علمی و ادبی، درسی وغیر درسی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور اسکے ملحقة مدارس کی کتابیں اور لغات مناسب قیمت پر دستیاب ہیں۔

پتہ: طوبی بکڈپو، ندوی منزل، ندوہ روڈ، لکھنؤ

موباکل نمبر: 9005505629

اخلاص نبیت

علم اور اہل علم کی اہمیت

مولانا سید عبداللہ حسني ندوی

اس کی مطابقت کرنی پڑے گی، انتظام والنصرام
والے داشمندی سے اور اس کو بہتر سے بہتر انداز
میں پیش کریں، اور اپنے نظام کو سمجھیں، بہتر سے
بہتر انداز میں اسکو چلائیے، طلبہ اپنے نظام کو
سمجھیں، اور بہتر سے بہتر انداز میں کریں، جب یہ

سب طبقے نظام سے متعلق باتیں صحیح کر لیں گے تو
یہ سارا نظام جو ہے ان کے لیے خیریت کا باعث
ہو گا اور ان کے لیے بھی خیر کا باعث ہو گا ان کا مرتبہ
بھی بلند ہو گا، نسبت بھی حاصل ہو گی، اور آخرت
میں ان کو جواہر ملے گا، وہ بہت زیادہ ہے، اس کا
تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، یہاں جو بعض دفعہ چیزیں
ہوتی ہیں، ان کا گذرا مشکل ہو جاتا ہے، جب دنیا
میں ایسا ہے تو یہاں کی چیز کا وہاں سے کیا مقابلہ؟ تو
اس لیے اساتذہ اپنے ماحول کو درست کریں، طلبہ
اپنے کو درست کریں، طلبہ کا کام صرف پڑھنا محنت
کرنا ہے، کتابوں سے تعلق جوڑنا ہے، اور اس کے
آداب جو بتائے گئے ہیں ان کو بجالانا ہے، تو طلبہ
علم میں آگے بڑھتے ہیں۔

علم غیر معمولی چیز ہے

علم اتنا اونچا مقام بھی رکھتا ہے کہ اس سے
حضرت آدم کو مسحود ملائک بنا یا گیا، وہ علم کی وجہ
تھی: ”وَعَلِمَ آدَمُ الْأَسْمَاءَ كُلَّهُ ثُمَّ عَرَضَهُمْ
عَلَى الْمَلَائِكَةَ فَقَالَ أَنْبِغُونِي بِالْأَسْمَاءِ
هُؤُلَاءِ“ [البقرة: ۳۳] فرشتوں نے یہ سمجھا تھا کہ
آدم مٹی کے بنائے جائیں گے اور مٹی ذرا سخت
بھی ہے، نرم بھی ہے، اچھی بھی ہے، پیداوار کے
لائق بھی ہے، ہر طرح کی ہے، تو وہ سمجھ گئے تھے
کہ یہ گڑ بڑ بھی کرے گا آدم کی اولاد، ہر کام کریں
گے، بے حیائی کا بھی کام کریں گے، اس وجہ سے
انہوں نے کہا تھا، اللہ میاں سے کہ آپ ایسے کو اتنا
برہما مقام دے رہے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت

کہ خیر کا راستہ ہے، اور اسی میں خیریت ہے، جو خیر کا
انتظار میں بیٹھنا بھی پسندیدہ ہے، اور جو ایمان والا
آدمی اخلاق کے ساتھ کسی اچھے کام کے انتظار میں
بیٹھتا ہے تو اچھا کام کرنے کی صلاحیت کا ثواب ملتا
ہے، اور مون جو کام بھی کرتا ہے اسی لیے کرتا ہے
کہ جتنے کام کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے وہ
خوش ہو جائے، اور اس کے علاوہ اگر کوئی اور امید
صاحب ایمان میں آئے، تو اس کا بھی ایمان کمزور
بن جائے، اور مالک کے یہاں بھی پکھنہ ہو، اس
لیے ہم سب کو چاہیے کہ جو کام بھی کریں وہ سب کو
خوش کرنے کے لیے ہو، راضی کرنے کے لیے
کریں، جس کو آپ لوگ یہاں اللہ کی رضا کہتے
ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے، اسی نے ہم کو
تمام کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے، پڑھنا لکھنا۔

خیر میں خیر ہے

خاص طور سے دینی علوم پڑھنا اور پڑھانا، یہ
سب راستے خیر کے ہیں، جو اس کی ہماریوں پر صحیح
چلے گا، وہ خیریت میں رہے گا، اور خیر کرنے سے
اوپر مقام پر ہوئے چلے گا (یعنی دنیا میں بھی بھلانی کا
اس کے ساتھ سلوک کیا جائے گا، اور جب دنیا سے
جائے گا تو وہاں بھی سب سے اوپر مقام پائے گا اسی
لیے حدیث شریف میں آتا ہے کہ: خیر کم من
تعلم القرآن و علمہ، او کما قال علیہ الصلاۃ
والسلام، (سنن ابی داؤد، باب ثواب قراءۃ
القرآن) تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید
ہر ایک کو کچھ نہ کچھ کرنا ہے، نظام کو سمجھنا پڑے گا، اور
پڑھے سکھے اور سکھائے تعلیم لے اور تعلیم دے، تو گویا

وقت بھی بعض طلبہ ضائع کرتے ہیں، صرف کھانے کے چکر میں، وغیرہ وغیرہ، تو محنت بکجئے، لیکن کی فکر نہ بکجئے کہ اچھا کھانا مال جائے، لوگوں نے سمجھا کہ آٹا چھان کر کھایا جائے تو صحیح ہے، لیکن پیٹ خراب ہو گیا تو اب بغیر چھانے کھار ہے ہیں، اگر صحیح رہے، تو اللہ میاں بھی جب سادے کھانے کو پسند کر رہے ہیں، تو کیا کہنے؟

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم محنت کریں، اور محنت کر کے اچھا مقام پائیں، اللہ تعالیٰ کسی کی محنث کو ضائع نہیں کرتا، قرآن مجید میں بھی ہے: "إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ" [التوبۃ: ۱۲۰] لیکن اب یہ ہو رہا ہے کہ دنیا کے لیے علم حاصل کر رہے ہیں، لیکن یاد رکھیں، کہ اس کی سزا بھی بڑی خطرناک ہے، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، اور علم دین خالص نیت کے ساتھ حاصل کرنے کی توفیق دے، آمین۔

☆☆☆☆☆

دیکھئے علم کتنا ہے، علم کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی، قرآن مجید میں ہے: "هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ" [الزمر: ۹] کہ جو لوگ جانتے ہیں، اور جو لوگ نہیں جانتے، دونوں برابر نہیں ہو سکتے، ظاہر ہے کہ ممکن ہی نہیں، اگر مولوی صاحب نے کہا کہ جاؤ، فلاں جگہ سے یہ سامان لے آؤ، تو سائیکل سے چلے جاؤ، اب اس سے چلایا ہی نہیں جا رہا ہے، تو کیسے لائے گا؟ اب جو جانتا ہے وہ اٹھائے گا، تو دیکھ لیجیے پھر ایسے ہی جانے والا اور وسر اس برابر نہیں ہوتے، بس یہ اتنی سی بات ہے آپ اپنے نظام کو درست کر لیں اور اساتذہ اپنے نظام کو، اور قرآن کو حلق میں اتنا ناپڑے گا، اس لیے بس اتنا سمجھ لیجیے کہ محنت بکجی، اللہ دینے والا ہے، بہت رحیم ہے۔

علم اور وقت کا هرگز غلط استعمال نہ کریں
بہر حال جو محنت کر رہے ہیں، وہ رہیں، ورنہ

آدم کو بلایا، اور کہا کہ بھائی بتاؤ فرشتوں کے سامنے، کہ کیا کیا تم نے سیکھا، کیا کیا تم نے پڑھا، اپنا مقالہ دکھاؤ، اور جو تم نے کام کیا ہے اسے دکھاؤ، حضرت آدم نے عرض کیا تو فرشتوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے، لیکن اللہ میاں نے سکھایا ہے فرشتوں کو بھی، اللہ تعالیٰ سے آدم کو جو مقام ملا ہے، وہ ان کے علم اور علم انساء کی وجہ سے، تو انساء کا اصل معاملہ ہے، وہ ان کے علم اور علم انساء کی وجہ سے، جیسے محلہ میں آپ اپنے ہیں، دوسرے ساتھی برے تو جب شمار ہو گا اور تم اگر ان میں بیٹھتے ہو گے تو تم کو بھی کہا جائے گا، اور اگر نہیں تو ان انساء میں تمہارا اسم نہیں ہو گا، تو اچھا نام معلوم ہونا بھی بہت ضروری چیز ہے، ورنہ آدمی جاہل ہے، لیکن ان ناموں کو یاد کر لے، تو کچھ بن جاتا ہے، اور اللہ کے تواناوے نام ہیں، ان تواناوے ناموں کو یاد کرنے کا، اور اس کو اللہ کی رضا پانے کا، ذریعہ بنالے، تو آپ بھی پسند ہو جائیں گے۔

علم والا نہیاں دھتا ہے

حضرت سلیمان کا واقعہ لکھا ہوا ہے، آپ نے پڑھا ہو گا قرآن مجید میں ہے ایک دن وہاں سب بیٹھے ہوئے تھے، مجلس میں، انسان بھی تھے، جنات بھی، جانور بھی تھے، لاصدحد نے آکر بتایا کہ وہاں ایک بادشاہ ہے جو سورج کی پوجا کرتی ہے، تو اس کو ایسے ہی اٹھوالي، ایک جن نے کہا: "قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنْ الْجِنِّ أَنَا آتِيُكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ" [آل عمران: ۲۰] آپ اپنی جگہ سے ایک قدام نہیں چل پائیں گے اٹھا لاؤں گا، لیکن ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے مولوی صاحب انہیں کیا معلوم، یہ علم والے ہیں، انہوں نے کہا حضور کی اجازت ہو تو ابھی ملک جھکتے میں لے آؤں، یہ اتنی بڑی چیز ہے، پلک جھکتے ہی،

سید احمد شہید اکیڈمی کی تازہ مطبوعات

از:- مفتی راشد حسین ندوی

تجھیز و تکفین

- کتاب و سنت کی روشنی میں
مریض کی عیادت، اس کے آداب و مسائل اور تجویز و تدفین کے تمام پہلوؤں کو شامل ایک اہم اور ضروری کتاب۔ تجویز و تدفین کے اسلامی طریقہ کو سمجھنے اور بر تنے کے لیے ہر مسلم گھر کی نیازداری ضرورت۔

صفحات: 88 قیمت: 70 روپے

مسلمی اختلافات اور راہ اعتدال

- اس کتاب میں مسلم کی ضرورت اور اس کی حقیقت سے عدم واقعیت کے نتیجے میں مسلم کے نام پر راجح غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے اور آپسی انتشار و اختلافات کو رفع کر کے اعتدال کی راہ پیش کی گئی ہے۔

صفحات: 272 قیمت: 150 روپے

رابطہ: سید احمد شہید اکیڈمی

دارِ عرفات، میدان پور، تکیہ کلاں رائے بریلی (موبائل 9919331295)

کلام نبویؐ کی کرنیں

مولانا عبد المالک

اس کی اس نیت کا ثواب بھی ملتا ہے، تب وہ جنت کا ہر پہلو سے مستحق ہو جاتا ہے، یہ حدیث ایک طرف اللہ تعالیٰ کے لیے بے پناہ فضل و کرم کا نمونہ پیش کرتی ہے اور دوسرا طرف بندوں کو بندگی کا حوصلہ اور ہمت بھی دیتی ہے کہ وہ جس حال میں بھی ہوں، اللہ تعالیٰ کی بندگی کی کسی نہ کسی صورت کو عمل جامہ پہنا کر جنت میں جا سکتے ہیں اور دنیا میں معاشرے کے لیے باعث خیر و برکت کا پیش خیمہ ہو سکتے ہیں۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے کسی گناہ کا وایلا کرتا ہوا حاضر ہوا، وہ کہہ رہا تھا: ہائے میرا گناہ، ہائے میرا گناہ، دو مرتبہ یا تین مرتبہ یہ کلمات کہے۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اس طرح کہو: "اللَّهُمَّ مغفِرْتُكَ أَوْسَعْ مِنْ ذُنُوبِي وَرَحْمَتِكَ أَرْجِيْ عَنِّيْ مِنْ عَمَلِي" (ایے اللہ! تیری بخشش میرے گناہوں سے زیادہ کشادہ میں زیادہ امید ہے)، اس نے ایک مرتبہ یہ کلمات کہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوبارہ کہو، اس نے دوبارہ کہے تو آپؐ نے فرمایا: پھر کہو تو اس نے تیسری بار بھی یہ کلمات کہے، پھر آپؐ نے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ اور چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تجھے معاف کر دیا ہے۔ [متدرب حاکم]

بندہ صدق دل سے توہہ کرے تو اللہ تعالیٰ توہہ قبول فرمائیتے ہیں، ایک مونمن گناہ کر کے اس پر قائم نہیں رہتا بلکہ فوراً توہہ کرتا ہے، توہہ کرنا مونمن کی صفت ہے، اس لیے گناہ کے بعد مونمن کو پریشانی لاحق ہونی چاہیے، وہ ذات جس کی نعمتوں میں انسان گھرا ہوا ہے، اس کی نافرمانی کوئی معمولی

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کسی جان ہے، جو آدمی بھی ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت کو اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنے کی نیت بندہ سید حا جنت میں داخل ہو جائے؟ آپؐ نے

پھر کہ سید حا جنت میں داخل کروں گا۔ [ابن حبان] آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسے جو رزق دیا ہے اس میں سے کچھ دوسروں کو بھی دیا کرے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر وہ فقیر ہو، اس کے پاس کچھ نہ ہو؟ تو آپؐ نے فرمایا: اپنی زبان سے بھلی بات کہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر وہ زبان کے ذریعے مانی افسوس ادا کرنے سے عاجز ہو تو پھر کیا کرے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ بے بس آدمی کی اعانت کرے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر وہ ضعیف ہو، قدرت نہ رکھتا ہو؟ تو آپؐ نے فرمایا: اس کے لیے کام کرے جو کام کوئی نہیں جانتا، میں نے عرض کیا: اگر وہ کام کرے جو اشارہ ہوگا، جس نے ساری زندگی چھوٹا نہ رہے گا بڑا شمار ہوگا، اس صفت کو اپنائے رکھا وہ نیکیوں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کر لے گا، اللہ تعالیٰ کے نبی محبوب کا وہ محبوب ہو گا کہ اپنے ایمان کو بھی مضبوط کیا اور خلق خدا کو کوئی تکلیف نہیں، کمال ایمان کی بدولت وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کی نعمت سے بھی سرفراز ہوا اور خلق خدا کی خیر خواہی اور اس کو اذیت سے بچانے کے سبب بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا، پھر جو آدمی خود خلق خدا کو اذیت سے بچاتا ہے وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ کوئی دوسرا بھی کسی کو تکلیف نہ پہنچائے، اسے

حضرت ابو مالک اشتریؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کے باہر سے اندر اور اندر سے باہر نظر آتا ہے (موتیوں کے بنے ہوئے شیش محل کے بالاخانے ہیں)، یہ بالاخانے اللہ تعالیٰ نے ان

لوگوں کے لیے تیار کیے ہیں جو زم گفتگو کریں، لوگوں کو کھانا کھلائیں اور مسلسل روزے رکھیں اور راتوں کو نمازیں پڑھیں، جب کہ دوسرا لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ [یقینی شعب الایمان]

نرم گفتگو کو اللہ تعالیٰ کے قریب اور خلق خدا کے لیے پرکشش بناتی ہے، یہ حسن اخلاق کی وہ صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنے میں نمایاں مقام رکھتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شان کا اپنے کلام پاک میں ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے: "فِيمَا رَحْمَةٌ مِّنَ اللَّهِ لِنُتْلَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظًا لِّظُلْمٍ لَأَنْفَضُوا مِنْ حَوْلِكَ" [آل عمران: ۵۹/۳] (اے پیغمبر!) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو، ورنہ اگر کہیں تم تنخوا درستگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گردو پیش سے چھٹ جاتے۔

اسی طرح مہماں نوازی اور وزے رکھنا اور راتوں کو اٹھ کر تجد پڑھنا، اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں کے اخلاق حسنہ کا حصہ ہیں، خصوصاً انہیاے علیہم السلام، چنانچہ انہیاۓ علیہم السلام کے پیروکار اہل ایمان جنہوں نے نیکی اور تقویٰ میں مقام پیدا کیا، انہوں نے ان تمام صفات کو اپنایا اور عالی مقام کے حامل ہو کر محبوب خلاق ہوئے۔

☆☆☆☆☆

اور رسول اور مخصوص عن المخلوق ہو کر حق داروں کو ان کے حقوق ٹھیک ٹھیک ادا کرتا ہوں، تو کسی دوسرے کے لیے اس بات کی کیا نجاشش رہ جاتی ہے کہ وہ اللہ کے مال میں خیانت کرے، خقداروں کی حق تلفی کرے اور اپنے خاندانوں کو نوازے۔

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً تمہارا رب شرمنے والی اور کرم کرنے والی ذات ہے، وہ اس بات سے شرماناتا ہے کہ بندہ اس سے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے اور وہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوثادے۔ [ترمذی]

اللہ تعالیٰ بے نیاز ذات ہے، اسے بندوں کے کسی بھی قسم کی کوئی حاجت نہیں ہے، بلکہ وہ بندوں کی حاجات پوری کرنے والا ہے، اس نے بن ماٹگے بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، پھر وہ مانگنے پر خوش ہوتا ہے اور عطا بھی فرماتا ہے، بندہ

جب اخلاص سے بیدار دل کے ساتھ اس سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے تو وہ ضرور عنایت فرماتا ہے، جب اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بے غرض ہونے کے باوجود بندوں سے شرم کرتا ہے تو بندوں کو بدرجہ اوالی اللہ تعالیٰ سے شرم کرنی چاہیے اور اس کے کسی

حکم کی خلاف ورزی سے بچنا چاہیے، حدیث میں جیا کو ایمان کے عظیم الشان شعبوں میں سے ایک بڑا شعبہ قرار دیا گیا ہے، آج ہم پر فرض ہے کہ اپنے معاشرے کو جیا، کی زیست سے مزین کر کے اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے تیار کریں، معاشرے سے بے حیائی کی تمام شکلوں کا خاتمه کر دیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے

جم نہیں ہے بلکہ ایمان کو ضعف پہنچانے والی بیماری ہے، بیماری کو آغاز میں روکنے کا اہتمام کرنا چاہیے، اگر غفلت برتنی جائے اور بیماری کا علاج نہ کیا گیا تو بڑھتے بڑھتے وہ کینسر کی شکل بھی اختیار کر سکتی ہے اور پھر لا علاج ہو کر موت سے ہم کنار کرنے کا باعث بن جاتی ہے، یہی حال گناہ کا بھی

ہے، گناہ کا بھی تدارک نہ کیا جائے تو وہ بڑھتے بڑھتے آدمی کے لیے روحانی موت کا باعث بن جاتا ہے، دل پر مہر لگ جاتی ہے، آنکھ، کان پر پردے پڑ جاتے ہیں، دماغ سمجھ اور غلط میں تمیز کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے، اس وقت کے آنے سے پہلے گناہ کے دبال سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرنا چاہیے، اپنے کے پر نادم ہونا اور آئندہ کے لیے گناہ کے ارتکاب سے دامن کو بچانا اور سابقہ گناہوں سے مسلسل استغفار کرتے رہنا گناہ کے اثر کو مٹا دینا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی مرضی سے نہ تمہیں دیتا ہوں نہ منع کرنا ہوں، میں تو تقسیم کرنے والا ہوں، میں وہاں دیتا ہوں جہاں مجھے دینے کا حکم دیا گیا ہو۔ [بخاری]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے نبی اور رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ صاحب اختیار حاکم بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے دنیا کے خزانے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خزانوں کی تقسیم میں اپنی مرضی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انھیں تقسیم کیا، یوں دعوت و تبلیغ کا بڑے پیانے پر اہتمام کیا جائے۔

خیر و سعادت

حجاج کرام اور حجج بیت اللہ

مولانا جعفر مسعودی ندوی

بیقینا حاجی مہمان ہے خداوند قدوس کا، آئیے
اب دیکھیں اس مہمانی کے آداب کیا ہیں؟
ا- خدا کے اس مہمان کو پہلا جو حکم خدا کی طرف

سے ملتا ہے وہ شہوانی تذکروں کی ممانعت کا ہے،
اشارہ و کنایہ بھی حج کے موقع پر جائز شہوانی خیالات
بھی زبان پر نہ لائے جائیں، یہ حکم قرآن کریم میں
صراحت کے ساتھ دیا گیا ہے۔

۲- دوسرا حکم رب کریم کی جانب سے چھوٹے
بڑے تمام گناہوں سے بچنے کا ہے، روزہ کی طرح
احرام کی حالت میں متعدد جائز کام ناجائز ہو جاتے
ہیں، جیسے شکار کرنا، جوئیں مارنا، پتی توڑنا، تو پھر چھوٹی
یا بڑی معصیت کی گنجائش حج کے موقع پر کہاں سے
نکل سکتی ہے، وہ تو عام نوں میں بھی حرام تھی، حج کے
ایام میں تو اس کی حرمت اور بڑھ جاتی ہے۔

۳- تیسرا حکم خدا کے گھر کے مہمان کو بحث
ومباحثہ سے احتساب کا ہے، مار پیٹ ہاتھا پائی تو الگ
رہی، زبانی بحث و تکرار جس کا امکان بھیڑ کے اس
موقع پر بہت بڑھ جاتا ہے حج کے ایام میں خاص طور
پر اس کو منوع قرار دیا گیا ہے۔

۴- چوتھا حکم جو حاجی کو اس موقع پر پروردگار
عالم کی جانب سے ملتا ہے وہ خدا سے ڈرتے رہنے کا
ہے، کیوں کہ پیسی وہ ڈر ہے جو اس کو شہوانی تذکروں
سے بچائے گا، گناہوں سے محفوظ رکھے گا اور بحث
ومباحثہ اور لغو با توں سے اس کو دور رکھے گا۔

۵- پانچواں حکم جو حج کی آیات کے ضمن میں
بار بار حاجی کو دیا گیا ہے وہ ہے خدا کو یاد کرنے، اس
کی نعمتوں کا تذکرہ کرنے اور اس کے احسانات کا
ذکر کرنے کا، جس خدا نے آپ کو حج کی توفیق دی،
وسائل مہیا کیے، سفر کو آسان کیا، رکاوٹوں کو دور کیا،
گناہوں میں لٹ پت جنم کو اپنے پاک گھر میں

سے، منی کے قیام سے، عرفات کی حاضری اور گریہ
وزاری سے، مزدلفہ کی رات سے، دل میں نہیں
چالیس چالیس لاکھ افراد کی ایک ساتھ منتقلی سے،
کعبہ کے سامنے میں پڑھی جانے والی نماز سے، مجر
اسود کو بوسہ دینے کی بے قراری سے، روضہ اقدس پر
پڑھے جانے والے درودوں سلام سے اور گندب خضراء کو
دیکھ کر دل پر پڑنے والے اثرات سے۔

Hajji کے دل کی کیفیات کو چھوڑئے، اس کے
احساسات و جذبات کو بھی جانے دیجیے، وہ تو
سوائے خدا کے کوئی جان نہیں سکتا، حاجی اسی خدا
کا تو مہمان ہے، ہاں آپ اس کے ظاہر پر ضرور نظر
ڈال سکتے ہیں اور اس سے اس کی باطنی کیفیات کا
اندازہ لگاسکتے ہیں۔

آپ نظر ڈالنے احرام کی سفید اجلی چادر پر،
چادر کے اندر چھپے حاجی کے پاک و صاف جسم پر،
اس کے لذتے ہو توں سے نکتے تلبیہ کے الفاظ پر،
دعائے لیے اٹھے اس کے کپکپاتے ہاتھ پر، دعا کے
موقع پر قائم خدا اور اس کے بندے کے درمیان
بارشک کیا، اور کیوں نہ کرے، تہوار وہ بھی مناتے
ہیں، یا تر اسیں ان کی بھی نکتی ہیں، نمائشیں ان کے
یہاں بھی لگتی ہیں، میلیوں ٹھیلوں کا سلسلہ ان کے
اپنے رشتہ داروں کے لیے نہیں اپنے بیٹوں کے لیے نہیں،
بجا ہیوں کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانی دنیا کے لیے،
جو دنیا سے جا چکے ان کے لیے بھی اور حن کو آتا ہے
ان کے لیے بھی، کیا اس کی مثال کسی مذہب میں،
کسی مذہبی موقع پر، کسی مذہبی جگہ پر ملتی ہے؟

روز آنہ پنج وقت نمازیں، سال میں مہینہ بھر کے
روزے، سال گزرنے پر مال کے چالیسویں حصہ کی
زکوٰۃ، استطاعت رکھنے پر حج کی سعادت، یہ ہیں
وہ چارستون جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے، کلمہ
شہادت کا ذکر نہیں، وہ تو ان بنیادوں کی بھی بنیاد
ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی
بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ۱- دل سے اس بات کا
قرار کرنا اور زبان سے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ
کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے
بندے اور اس کے رسول ہیں، ۲- پانچ وقت کی نماز
پڑھنا، ۳- زکوٰۃ دینا، ۴- مستطیق کے لیے حج کرنا اور
رمضان کے روزے رکھنا۔

حج اسلام کا وہ رکن ہے، جس نے اپنوں ہی کو
نہیں غیروں کو بھی متأثر کیا ہے، اس کے ظاہری
متافع، اجتماعی مصالح اور روحمنا ظرپر اسلامی
دنیا ہی نہیں، غیر اسلامی دنیا نے سیکھوں نہیں ہزاروں
بارشک کیا، اور کیوں نہ کرے، تہوار وہ بھی مناتے
ہیں، یا تر اسیں ان کی بھی نکتی ہیں، نمائشیں ان کے
یہاں بھی لگتی ہیں، میلیوں ٹھیلوں کا سلسلہ ان کے
یہاں بھی چلتا ہے، بھیڑان کے یہاں بھی نظر آتی
ہے، پوجا پاٹ ان کے یہاں بھی ہوتی ہے، مذہبی
مقامات میں حاضری ان کے یہاں بھی دی جاتی
ہے، لیکن کیا کہیں کوئی جو زن نظر آتا ہے ان میں سے
کسی چیز کا حج کے ایام سے، اركان حج کی ادائیگی

و اپس ہوئے تو حاجی امداد اللہ مہاجر کی شعر آپ کی زبان پر ہوا اور آپ کا دل آپ کی زبان کی تصدیق کر رہا ہو۔

قربانی حیوان بکنی میں کند عالم قربانی میں بار بار آئیں گے لیکن اس چوتھے رکن کی تلافی کامکان، بہت کم باقی رہتا ہے کیونکہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی انسان بعض وقت حج ہے، میں نے آپ کے کوچے کے سرے پر اپنا ہی سر قربان کر دیا۔

خداحج کے اس سفر کو آسان بنائے، حج کو درست سعید اور رضاہ الہی کے علاوہ کسی اور چیز کا خیال دل میں ہرگز ہرگز نہ لایئے اور مکرمہ اور مدینہ منورہ کی حرمت کا پورا لحاظ رکھیے اور جب

کی سعادت سے محروم رہ جاتا ہے، اگر خدا کےفضل تو اس کے آداب کا پورا خیال رکھیے، نیتوں کو لائے اور زندگی بھر اس حج کی برکتوں سے ہم کو نوازتا رہے، آمین۔

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی جدید و دیدہ زیب طباعت

فقہ اسلامی اور عصر جدید

از حضرت مولانا سید محمد راجح حسنی ندوی

کل صفحات: ۱۳۶ قیمت: ۲۰ روپے

سیرت سلطان ٹیپو شہید رح

جدید ایڈیشن ترمیم و اضافہ کے بعد

از مولانا محمد الیاس ندوی

سلطان ٹیپو شہید کی مفصل سوانح حیات، ان کے شخصی، خاندانی، دینی و روحانی حالات و تعلقات، کارنامہ جہاد، نظم سلطنت اور سنت و شریعت کے احترام و احرااء کا تفصیلی جائزہ، تاریخی و ثائق اور مستند حوالوں کی روشنی میں

کل صفحات: ۳۰۰ قیمت: ۳۰ روپے

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

پوسٹ بکس نمبر: ۹۳۲، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر: 0522-2741539، موبائل نمبر: 9889378176

ایمیل: airpnadwa@gmail.com

حاضری کی اجازت دی، سرکشیوں، بغاتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اپنا مہمان بنا کر عزت بخشی، اس خدا کا خیال ہر لمحہ دل میں رہے، اس کا ذکر ہر وقت زبان پر رہے، نہ اس کے علاوہ کسی کی یاد آئے، نہ اس کے سوا زبان پر کسی کا ذکر آئے، نہ اس کے علاوہ دل میں کسی کا خیال آئے۔

آخری بات مولانا عبدالماجد دریابادی کی زبانی: ”حج کے موقع پر دنیا کے گوشہ گوشہ کی آبادیاں کھنچ کر آجائی ہیں، ہر قسم، ہر عمر، ہر مقام، ہر مزاج کے لوگ ہوتے ہیں، بوڑھے بھی جوان بھی، بچے بھی بڑے بھی، تیز مزاج بھی اور غصہ در بھی، آوارہ مزاج بھی حریص و مطامع بھی، حسین اور نوجوان عورتیں بھی، پھر تکلیف اور صعبویتیں بھی رہ اور سواری کے سلسلہ میں طرح طرح کی پیش آتی ہیں پھر زبانوں کا اختلاف، وہ ان کی نہیں سمجھتے یہ ان کی نہیں سمجھتے، بڑے بڑے طیبیں اور بدبار بھی اس موقع پر دامن صبر و ضبط چھوڑ دیتے ہیں، رشک و منافت، بدنظری و بدکاری، نزاع و جدال کے موقع قدم قدم پر کھکھتے ہوتے ہیں۔“

تو ایسے موقع پر اگر کوئی چیز آپ کے سفر کو کامیاب اور آپ کے حج کو عنده اللہ مقبول بنا سکتی ہے تو وہ یہی خدا کا ذر ہے، اس کی یاد اور اس کا ذکر ہے، شہواني خیالات اور باتوں سے بچنا، معاصی سے دور رہنا اور بحث و مباحثہ اور زبانی جھگڑوں سے اجتناب کرنا ہے، جسم اور احرام کی پاکی کے ساتھ ساتھ ہم کو زبان بھی پاک رکھنی ہے، نگاہ بھی پاک رکھنی ہے، دل بھی پاک رکھنا ہے، خیالات بھی پاک رکھنے ہیں تب ہی ہم حج سے اس طرح گناہوں سے پاک و صاف ہو کر لوٹیں گے جس طرح ماں کے پیٹ سے گناہ کی آلاش سے پاک پچ پیدا ہوتا ہے۔

ترکی بورپ کامر دھاندہ

مولانا سید عنايت اللہ ندوی

پر کل آئے، مسجدیں نمازیوں سے بھر گئیں، مصطفیٰ
کمال پاشانے حج پر بھی پابندی لگادی تھی جو ۱۹۵۵ء
میں انٹالی گئی، ۲۵ سال کے بعد ۳۳۰ راجیوں نے
حج کافر یضا دا کیا۔

عدنان مندر لیں نے اسلامی علوم کی توسعہ و

اشاعت اور عوام میں اسلامی روح بیدار کرنے میں
نمایاں حصہ لیا، انہوں نے وہ بیڑیاں کاٹ دیں جو
جزل مصطفیٰ کمال نے اسلام کے پاؤں میں ڈال
دی تھیں، عندنان مندر لیں، مصطفیٰ کمال کے
کمیونٹ نظریات کے سخت مخالف تھے، وہ ملک
کے سیکولر آئین کو بدلت کر اسلامی آئین لانا چاہتے
تھے، لیکن ۱۹۶۰ء میں جزل جمال گرسل کی قیادت
میں ترکی کے اندر دوسرا فوجی بغاوت ہوئی، جمال
گرسل نے صدر جلال بایار اور وزیر اعظم عدنان
مندر لیں کو حمل میں ڈال کر اقتدار ہاتھ میں لے لیا،
پھر عدنان مندر لیں کو ملک سے غداری کا الزام لگا کر
چھانسی کے پھنڈے میں لٹکا دیا، ۱۹۷۷ء تک فوجی
امریت کا دور چلتا رہا، ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۰ء تک
صرف چھو سال جمہوری منتخب حکومت کو کام کرنے کا
موقع ملا، جبکہ ۱۹۸۰ء میں جزل کتعان اور ان نے
منصانہ انتخابات منعقد ہوئے، جن میں اپریشن
منتخب حکومت کا منتخب پلٹ کر اقتدار پر قبضہ کر لیا، یہ
ترکی میں ہونے والی تیسرا فوجی بغاوت تھی، فوجی
آمریت کا یہ دور ۱۹۹۵ء تک چلا۔

۱۹۹۵ء میں منعقد ہونے والے انتخابات میں
رفاه پارٹی نے اکثریت حاصل کی اور اس کے سربراہ
محمد الدین اربکان ۱۹۹۶ء میں وزیر اعظم منتخب
ہوئے، محمد الدین اربکان یہ دوسرے وزیر اعظم تھے
جو اپنے اندر واضح اسلامی چھاپ رکھتے تھے، عدنان
مندر لیں تو دس سال سے زیادہ حکومت کرنے میں
کامیاب ہو گئے تھے، لیکن محمد الدین اربکان ایک

اسلامی و شرعی نظام کا خاتمہ کر کے کمیونٹ و
فوجی بغاوتیں ہوتی رہتی ہیں، جہاں کوئی سرپرہ افوجی
سوشلسٹ نظام کو جبرا نافذ کر دیا، خاقا ہوں اور
جزل یا کرٹل بندوق کی نوک پر کسی شاہی موروٹی
درسوں پرتا لے لگوادیے، نقاب اور داڑھی پر پابندی
لگا کر ان دونوں چیزوں کو خلاف قانون قرار دیا، اذان
اور اقامت کو عربی کے بجائے ترکی میں کہے جانے کا
حکم صادر کر دیا، ترکی زبان کے رسم الخواز کو عربی سے
بدل کر لاطینی کر دیا جبکہ ترکی زبان اس سے پہلے عربی
رسم الخط میں لکھی جاتی تھی، شراب نوشی کو سرکاری
سرپرستی میں عام کیا، اس طرح مصطفیٰ کمال پاشانے
ترک قوم کو جس نے چھ سو سال تک اسلام کی
زبردست خدمت کی تھی، بندوق کی نوک پر اسلام
سے کاث دینے کی بھرپور کوشش کی، ۱۹۳۸ء میں
کمال پاشا تو ہلاک ہو گیا البتہ اس کا قائم کیا ہوا
آمرانہ اور ظالمانہ نظام ۱۹۳۶ء تک جاری رہا،
۱۹۳۶ء میں پارٹی کی بنیاد پر ملک میں پہلی بار آزادانہ
منصانہ انتخابات منعقد ہوئے، جن میں اپریشن
منتخب حکومت کا منتخب پلٹ کر اقتدار پر قبضہ کر لیا، یہ
ذیکری ملک کا فوجی جزل یا کرٹل اپنے ملک
کے سربراہ کے خلاف بغاوت تبھی کرتا ہے جب
اسے کسی دوسرے ملک کی طرف سے شہر ملتی ہے۔
ترکی میں بھی کئی بار اس سے قبل کامیاب فوجی
بغواتیں ہو چکی ہیں، سب سے پہلے تو جزل مصطفیٰ
کیا، عربی میں اذان و اقامت کی اجازت دی گئی،
کمال پاشانے ۳ مارچ ۱۹۴۲ء کو ۱۲۵ سال سے
کامیاب ہو چکی ہیں، سب سے پہلے تو جزل مصطفیٰ
کیا، عربی میں اذان و اقامت کی اجازت دی گئی،
کمال پاشانے ۳ مارچ ۱۹۴۲ء جدید ترکی کی تاریخ کا یادگار دن
ہے جب ۲۲ سال کے بعد پہلی مرتبہ ترکی کے طول
و عرض میں عربی میں اذان دی گئی جس کی خوشی
کی، جبکہ اس نے خلیفہ عبدالجید کو معزول کر کے
میں پورے ملک میں جشن کا ماحول رہا، لوگ سڑکوں
اقدار اپنے ہاتھ میں لے لیا، اور ملک میں نافذ

تانا شاہی ایک بذریعین نظام حکومت ہے جو شاہی و موروثی نظام حکومت سے بھی زیادہ خراب ہے، ترک عوام اس حقیقت کو مجھ پکے ہیں، اس لیے صدر رجب طیب اردوگان کے صرف ۱۲ ایکینڈ کے اسکا تپ کے ذریعے دیے گئے ویک اپ کال پرلبیک کہتے ہوئے سر پر فن باندھ کر جانوں کو تھلیلوں پر رکھ کر سڑکوں پر نکل آئے، عورتیں، مرد، بچے، بوڑھے سب نکل آئے، نہتے عوام، مسلح فوجیوں کے سامنے بھڑگئے، اس طرح جمہوریت بیچ گئی اور اس کا قتل نہیں کیا جاسکا۔

اور امدادی سامان کے پہنچانے کی اجازت دینے پر مجبور ہوا، انہیں کی کوششوں سے غزہ پر لگا ہوا اسرائیلی حاصرہ ختم ہوا، یہ وہی رجب طیب اردوگان ہیں جو فی الحال ۳۰۰ رلا کھشائی پناہ گزیں گوں تو ترکی میں پناہ دیے ہوئے ہیں، پانچ سال سے ان کو مہماں بنا کر رکھا ہے، ان کے کھانے پینے اور دیگر تمام ضروریات کا انتظام کر رہے ہیں، یہ وہی اکثریت حاصل کر لی، اس پارٹی کے رہنماء رجب طیب اردوگان وزیر اعظم اور عبد اللہ گل صدر منتخب ہوئے، پھر اسی طرح ۲۰۰۴ء اور ۲۰۰۷ء میں منعقد ہونے والے پارلیمانی انتخابات میں بھی انصاف و ترقی پارٹی نے کامیاب حاصل کی اور رجب طیب اردوگان وزیر اعظم برقرار رہے، ۱۱ اگست ۲۰۰۷ء میں ترکی کے اندر صدارتی انتخابات براہ راست عوامی ووٹوں کے ذریعہ کروائے گئے جن میں رجب طیب اردوگان نے واضح فرق سے کامیاب حاصل کر لی اور ترکی کے صدر منتخب ہو گئے۔

رجب طیب اردوگان ایک خالص اسلامی ذہن رکھنے والے انسان ہیں، وہ بڑی حکمت عملی سے ترکی کی اسلامی شناخت کو واپس لانے کے لیے کوشش کرتے ہوئے آہستہ وہ ملک کے اندر اسلامی و شرعی قوانین کو لانا چاہتے ہیں، اس سلسلہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کمالی تربیت یافتہ کمیونٹ نظریات والے فوجی جزل و کرنل اور عدالتون میں بیٹھے ہوئے سیکولر نظریات کے حال نجح حضرات ہیں جہوں نے امریکی خفیہ تنظیم کے اشارے پر حالیہ بغاوت کی قیادت کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس بغاوت کو ناکام کر کے ترک قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے، ترکی میں اٹھنے والی یہ پانچوں فوجی بغاوت تھی جو توکوں کی آخری کوشش تھی اور بہادری کے ساتھ کچل دیا ہے، اور ساری دنیا کی عوام کو یہ سبق دیا ہے کہ پرده کے پیچے سے کچھ کیا جا رہا تھا جس کی ناکامی پر وہ کافی افسوس مل رہا ہے۔

امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے کی سازش کا ایک بہت بڑا ثبوت ان ترک فوجیوں کے وہ ایجادی سامان روانہ کیا تو اسرائیلی فوج نے اس بحری بیڑے پر فائر گن کر کے کئی ترک اہلکاروں کو شہید کر دیا اور امدادی سامان کو غزہ تک پہنچنے نہیں دیا، اس کے رد عمل میں رجب طیب اردوگان نے اسرائیل سے سارے تعلقات منقطع کر لیے، میں وہ راگی کاظمیہ کیا جائے تو امریکہ اور یورپ کی خفیہ ایجنسیوں کے اشاروں پر اٹھنے والی فوجی بغاوت کو الاقوامی فورم میں اسرائیل کو بڑی طرح بیٹھا کیا، آخر کار اسرائیل معافی مانگنے اور نقصان کا معاوضہ دینے

دعاۓ مغفرت

☆ ڈاکٹر صفیہ شیم صاحبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قریب ایک سرکاری کالونی میں عرصہ تک مقام رہیں، ان کے شوہر شیم بلکرای صاحب ایک سرکاری ڈپارٹمنٹ میں برسروز گارتھے، پھر ان کا مکان خرم نگر میں بننا، اور اس کے قریب میں صفیہ شیم صاحبہ نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا اور حضرت سید احمد شہید کے نام سے سوسائٹی قائم کی، اور اپنی تعلیمی، دعویٰ، رفاقتی، اصلاحی سرگرمیاں اس کے ذریعہ جاری رکھیں، وہ سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں اور سماج کی اصلاح کے کاموں میں رہنمایانہ کردار ادا کرتی تھیں، ملی کاموں میں بھی وہ آگے بڑھیں، اور آل اندیا مسلم پرنسپل لا بورڈ کی رکن ہوئیں، اور ترقی کرتے ہوئے اس کی مجلس عاملہ کی بھی ممبر ہوئیں، وہ سید محمد ٹوکی مرحوم کی صاحبزادی تھیں، ان کی ولادت ۱۹۷۳ء میں ہوئی اور ۱۶ اریاضان المبارک ۱۴۲۵ھ / ۲۰۱۴ء کو لکھنؤ میں وفات پائیں اور خرم نگر میں میتین پورہ کی مسجد کاظمی کے نمازیوں نے ان کی نماز جنازہ ادا کی اور وہیں مقامی قبرستان میں مفون ہوئیں، ان کی عمر ۵۵ سال تھی، پسمندگان میں صرف شوہر شیم بلکرای صاحب ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی دینی خدمات اور دیگر حسنات کو قبول فرمائے اور ذخیرہ آختہ بنائے۔

☆ سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ بھٹکل مولانا عبد الباری ندوی بھٹکلی مرحوم کے والد ماجد ۱۴۰۷ء کو بھٹکل میں وفات پائے، چند ماہ قبل انہیں اپنے عظیم فرزند کے حادثہ وفات کا صدمہ اٹھانا پڑا تھا، اللہ تعالیٰ ان کے مرابت کو بلند فرمائے۔

☆ بیکلوریکی تبلیغی جماعت کے ذمہ دار مولانا محمد قاسم فرشی نے بھی جولائی ۱۴۰۱ء مطابق ماہ شوال المکرم ۱۴۰۳ء کو داعی غفارقت دیا، وہ اپنے اعذار و امراض کے باوجود بھی دعوت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے برادری رہتے اور اس کے لیے پیرانہ سالی میں بھی مشقت اٹھانے کے لیے دین و دعوت کے فروغ میں ان کا بڑا ہم کردار رہا۔

☆ مولانا عتیق اللہ قادری نے ۳ اریاضان المبارک ۱۴۲۳ھ کو وفات پائی، دارالعلوم دیوبند سے فارغ اتحصیل ہو کر وہاں کی شیخ الہند اکیڈمی کے رفیق ہوئے اور کچھ مدت دارالعلوم کے عربی ترجمان "الداعی" میں معاون ادارت رہ کر ایک مدت سعودی عرب میں گزاری پھر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنس سے وابستہ ہوئے، ہفتہ وار "نقیب" کے علمی معاون اور امارت شرعیہ کے کتب خانہ کے ذمہ دار رہ کر وفات پائی، وہ ایک صالح، متدين عالم بالاعمال اور بالاخلاق و بالصلاحیت انسان تھے۔

☆ ۱۳ ارشوال المکرم ۱۴۰۳ء مطابق ۱۹ جولائی ۱۴۰۲ء کو مولانا مفتی مسعود عزیزی کے والد ماجد جناب عبد السلام عزیزی کی وفات کی خبر بھی موصول ہوئی، مختصر علالت کے بعد ان کی وفات سے صرف ایک گھنے خلا محسوس نہیں کیا، اس ادارہ کے لیے بھی خلا کی بات ہے، جو مرکز احیاء الفکر الاسلامی اور اس کے متعلق لوگوں اور لڑکیوں کے مدرسے میں ان کی فکر مندی اور جنبہ تعاون سے ظاہر ہوا۔

☆ جامعہ رحمانیہ پاپوڑ کے بانی و مہتمم قاری عبد الرحمن مرحوم کی اہمیہ مختصر مہ، والدہ ماجدہ مولانا مفتی جبیل الرحمن قادری نے گذشتہ دونوں وفات پائی، انا اللہ و انا الیه راجعون۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین و مرحومات کو جنت الفردوس میں جگہ دے، قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

بیان دیا کہ امریکہ کے سابق جزل جان کیپ ہیل جس نے ریٹائرمنٹ سے پہلے افغانستان میں امریکی حملہ کی قیادت کی تھی، اس نے خیہ طور پر ترکی کے دورے کیے اور ترکی میں بغاوت کے حاوی فوجی اہل کاروں میں اربوں ڈالر تقسیم کرنے کا اہتمام کیا اور انہیں بغاوت پر اسپاہی۔

بہر حال بغاوت تو ناکام ہو چکی ہے، لیکن سازش کے دروازے کھلے ہیں، ہی آئی اے کے ہل کار آسانی سے ہار ماننے والے نہیں ہیں، وہ ایک کے بعد دوسرے کے بعد تیرے جربہ کو اختیار کرتے رہیں گے، امریکی خفیہ ایجنٹس اور دیگر یوروپی اور اسرائیلی ایجنٹیوں کا سب سے بڑا نشانہ بھی ترکی ہی ہے، وہ کسی بھی قیمت پر اردوگان کی ہلاکت یا ان کی حکومت کا خاتمه چاہتے ہیں، کیونکہ ان کے اندر سے ایک طاقتور صالح مسلم قیادت کی بوآری ہے جو یورپ و امریکہ والوں کو قحطی پہنچنے ہے۔

منظراً سلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ نے ۱۹۸۹ء میں ترکی کا دورہ کیا تھا، اس موقع پر ترک عوام سے خطاب کرتے ہوئے انہیں کچھ مخلصانہ مشورے دیے تھے، اور مستقبل کے خطرات سے آگاہ کیا تھا، اسی ضمن میں آپ نے فرمایا تھا کہ: "یورپ اور امریکہ ترکی کو مسلمان نہیں دیکھنا چاہتے، انہوں نے زیریز میں سرگ سرگ بچھا رکھی ہے، اور جو کام وہ اپنی فوجوں اور توپوں کے ذریعہ نہیں کر سکے، وہ اندر وہی ذراائع سے کر رہے ہیں، یورپ و امریکہ اور ان کے ایجنٹوں کی کوشش ہے کہ ترکی کو دوسرے اپیں بنا دیا جائے، اس لیے بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔" اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے شر سے اردوگان اور پوری ترک قوم کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

رسیدگت

اور چشم کشا پیکش ہے، ۱۲۰ صفحات پر مشتمل
کتاب/۱۰۰ روپے کی ہے۔

جاگتی الفاظ (لغتیہ دیوان)

از: حفیظ محمود بلند شہری
ناشر: مکتبہ شاہ ولی اللہ، بعلہ ہاؤس چوک،
جامعہ نگر، ننی دہلی

۵۷ صفحات پر مشتمل یہ لغتیہ مجموعہ دوسرو پہ
کی قیمت رکھتا ہے، اردو ادب کے مشہور ناقہ ڈاکٹر
سید عبدالباری شنبہ بجانی اس کی خوبی یہ بیان کرتے
ہیں کہ: اس میں تمام حروف تجھی پر ختم ہونے والی
ردیفیں ہیں، اور ان تمام لفتوں کو حروف تجھی ہی کی
ترتیب سے دیوان میں مرتب کیا گیا ہے اور شاید
اردو ادب میں اس اہتمام کے ساتھ اس تدریک میں
پہلا لغتیہ دیوان ہے، جس میں رباعی دعا یہ پر
مجموعہ نعتِ مکمل کیا ہے، وہ ملاحظہ ہو۔

دریائے ندامت میں روانی دے دے
آنکھوں میں مری عجز کا پانی دے دے
کچھ صدقہ محبوب ملے اے داتا
لغافلوں کو اجابت کے معافی دے دے

معارف (خصوصی شمارہ)

ہندوستانی مسلمان۔ شذرات معارف کے
آئینہ میں
(جولائی ۱۹۱۶ء۔ جون ۱۹۵۶ء)
مرتبہ: ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی، مولانا عمر
الصلیق دریابادی ندوی

صفحات: ۲۳۰، قیمت: ۲۰۰ روپے۔
مسلمانوں کے ملی، تعلیمی، تبلیغی، دعوتی، سماجی
مسائل معارف کی اولین ترجیح رہی ہیں، علماء سید
سلیمان ندوی سے لے کر جو اس کے بانی مددیر ہیں،
موجودہ مرتبین ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی اور مولانا عمر

محمود حسینی ندوی

اور مفید کتابوں میں رمضان اور حج کے موقع پر برابر
اضافہ ہوتا رہتا ہے، اس سال کا یہ تجھنہ ڈاکٹر ہارون
رشید ندوی نے پیش کیا ہے، ان کو حج و عمرہ کی
سعادت حاصل ہو چکی ہے، موجودہ دور میں جو
تعمیراتی اضافے اور تبدیلیاں ہوئی ہیں، ان کے
پیش نظر حاجی کی سہولت کے لیے جدید رہنمائی کی
ضرورت محسوس کرتے ہوئے یہ پیکش مفید ثابت
ہو گئی، ان شاء اللہ۔

تذکرہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی

افادات: مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن
علی حسینی ندوی

کلام، میدان پور، رائے بریلی، یوپی
حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کی شخصیت
اگرچہ محتاج تعارف نہیں، البتہ ان کے سیاسی
نظریات کی وجہ سے بعض حلقوں نے ان کی شخصیت
کی وہ قدر نہ کی جس کی وہ مستحق تھی، یہ کتاب ان کی
شخصیت کی عظمت اعلیٰ انسانی نقطہ نظر سے پیش
کرتی ہے، اور ان کی بلند و بالا علمی و دینی حیثیت و

مقام کو واضح کرتی ہے، ناظم ندوۃ العلماء حضرت
مولانا سید محمد راجح حسینی ندوی مظلہ اور معتمد تعلیم ندوۃ
العلماء جناب مولانا سید محمد واضح رشید حسینی ندوی
موجودہ مقدموں کے ساتھ یہ کتاب زیادہ معلومات افزا
حج و عمرہ کی صحیح طور پر ادا بیگی کے لیے معاون

انتخاب تفاسیر

مرتبہ: مولانا سید سلمان حسینی ندوی
ناشر: المهد العالی للدراسات الشرعیة، ندوۃ
العلماء لکھنؤ

مولانا سید سلمان حسینی ندوی استاذ دارالعلوم
ندوۃ العلماء لکھنؤ کا انتخاب تفاسیر کا منصوبہ چار
جلدوں کا ہے، جس کی دو جلدیں سامنے آچکی ہیں،
سورہ توبہ تک کام پورا ہوا ہے، اور باقی کام جاری

ہے، مولانا مفتی محمد شفیق عثمانی کی "معارف
القرآن"، مولانا عبد الماجد دریابادی کی "تفہیم
ماجدی"، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی "تفہیم
القرآن" اور مولانا امین حسن اصلاحی کی "تدبر
قرآن" سے انتخاب ہے جو مولانا سید سلمان حسینی

ندوی مظلہ نے پیش کیا ہے، ان کا خود تفسیر کا مطالعہ
بہت وسیع اور گہرا ہے اور اس سلسلہ میں ان کی اپنی
پیکش "آخری وجی" متعدد ایشیں کے ساتھ منظر
عام پر آچکی ہے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں طویل
عرضہ تک ان کے ذمہ تفسیری دروس رہ چکے ہیں،
طبعاً ترتیب میں عمر سیاف بھلکی ندوی معاون
رہے ہیں۔

وفیق حج و عمرہ

تالیف: ڈاکٹر ہارون رشید ندوی نصیر آبادی
ناشر: مولانا محمد ثانی حسینی اکیڈمی و خورشید
فاؤنڈیشن رائے بریلی
حج و عمرہ کی صحیح طور پر ادا بیگی کے لیے معاون

تفسیر فاروقی (ہندی) از۔ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

یہ (سات جلدیں پر مشتمل) آسان ہندی زبان میں قصیر ہے جس میں ہر آیت کی تفسیر الگ الگ نہ رُال کر کھی گئی ہے جو مسلم، نو مسلم و غیر مسلم کے لئے بہت مفید ہے۔

قرآن مجید کا پیغام (ہندی) از۔ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

یہ (ایک جلد میں مکمل) آسان ہندی ترجمہ ہے جس میں آئندے سامنے ہر آیت کا الگ الگ نہ رُال کر ترجمہ کھائیا گیا ہے۔

معانی القرآن الکریم (اردو) از۔ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

یہ لفظی ترتیب کے اعتبار سے رواں اردو ترجمہ ہے جس میں عربی الفاظ کی ترتیب کے مطابق اردو ترجمہ ہر آیت کا الگ الگ کھائیا گیا ہے جس کے پڑھنے سے طالب قرآن عومنی معنی سمجھنے کے قابل ہو سکتا ہے۔

ان کے علاوہ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی صاحب نے دعوت سے متعلق ہندی، اردو، عربی، انگریزی میں 200 سے زائد کتابیں تصنیف کی ہیں جسے درج ذیل پڑتے سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

**ناشر: مکتبہ پیام امن، ندوہ روڈ، ذالی گنج، لکھنؤ
موباکل نمبر۔ 09919042879 ، 099190150 ، 0091- 9984490150**

الصدق دریابادی ندوی تک سمجھی ان مشکلات و مسائل کا حل پیش کرتے رہے ہیں جو ملت اسلامیہ ہندیہ کو درپیش رہے ہیں، بلکہ عالم اسلام کے مسائل خواہ وہ ممالک اسلامیہ کے ہوں یا غیر ممالک اسلامیہ میں مقیم ملت اسلامیہ کے ہوں، ان کی طرف توجہ مبذول کرائی جاتی رہی ہے، معارف کا پیش نظر شمارہ ملت اسلامیہ ہندیہ کے مسائل کے متعلق شدراست پر مشتمل ہے، حصہ دوم اس کے بعد کے شدراست پر مشتمل ہوگا۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا عبد السلام ندویؒ، مولانا سید نجیب اشرف ندویؒ، مولانا سید ریاست علی ندویؒ، مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ کے شدراست کا یہ حسین انتخاب ہے، جو ملت اسلامیہ ہندیہ کے مسائل میں آج بھی رہنمائی کرتا ہے، ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی کے شدراست سے اس کا آغاز ہے، انہوں نے علامہ سید سلیمان ندویؒ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ”اس نادر تاریخی اور بادگار موقع پر ہم معارف کے بانی مدیر اور جانشی شبلی مولانا سید سلیمان ندویؒ کو دولتی گھر ایسوں سے خراج عقیدت پیش کرتے ہیں، انہوں نے علامہ شبلیؒ کے دوسرے کئی ناتمام منصوبوں کی طرح نہ صرف یہ کہا ہی کے معین کردہ خطوط کار کے مطابق ”معارف“ کے اجراء کا اہتمام کیا بلکہ ایک طویل مدت تک اس کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنی بہترین تو ایسا صرف کیس اور اس کا وہ انداز اور معیار مقرر کیا جاوہ جو راجاند کی دنیا میں اس کا نشان امتیاز قرار پایا“، بلاشبہ ایک بہترین خراج عقیدت اور اعتراض عظمت کے الفاظ ہیں جس پر میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔



مکتبہ ندویہ

مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء کیمپس لکھنؤ دینی، اسلامی اور درسی کتابوں کا اہم مرکز ہے، جو کئی دہائیوں سے بہترین خدمات انجام دے رہا ہے، اپنی مطبوعات کے ساتھ ساتھ دہلی، دیوبند، سہارنپور اور لکھنؤ کے مکتبات کی کتابیں بھی مناسب قیمت پر دستیاب ہیں، خاص کر مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ کی درسی و غیر درسی کتابیں بہت ہی رعایتی قیمتوں پر دستیاب ہیں۔

مکتبہ ندویہ

(احاطہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

موباکل نمبر: 08960997707

فقہ و فتاویٰ

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: طواف کے دوران کیا کوئی مخصوص ذکر اور دعا ہے یا تلاوت بھی کی جاسکتی ہے؟ افضل کیا ہے؟

جواب: طواف کے دوران کوئی خاص ذکر کیا خاص دعا مقرر نہیں ہے، بلکہ طواف کرنے والا اگر خاموش ہو اور چاروں طرف چکر لگا لے تو بھی

طواف ہو جائے گا، البتہ خاموش رہنے کے مقابلہ میں مردی ہے کہ وہ اپنی صاحزادیوں کو حالت پھٹنے یارنوں کی جڑ میں چھالے پڑ جاتے ہیں جس میں ذکر دعا اور تلاوت کرنی چاہیے، تلاوت کے مقابلہ میں ذکر کرنا افضل ہے، فقهاء نے لکھا ہے کہ: ”بوقت طواف تلاوت کے مقابلہ میں ذکر افضل ہے۔“ [فتاویٰ ہندیہ: ج/ص ۲۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طواف کے درمیان دعا کرنا ثابت ہے، خاص کر کن یمانی اور ججراسود کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار“ پڑھا ہے۔

سوال: جو جانچ شروع ہونے سے پندرہ دن قبل مکرمہ پہنچ جائیں، اور حج کے بعد مزید ایک ہفتہ تک میں قیام کریں تو ایسے حجاج منی، عرفات اور مزدلفہ میں نماز پوری پڑھیں یا قصر کریں؟

جواب: ہندوپاک کے علماء کی عموماً بھی رائے ہے کہ مکالم شہر ہے اور منی الگ، کیونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو الگ الگ شہر فریدیا ہے، اس لیے حالات اور عرف کی تبدیلی یا میوپیشی کے نظام بدلنے سے اس پر اثر نہیں پڑے

گا، لہذا جو حجاج کرام مکہ مکرمہ حج شروع ہونے سے تیرہ چودہ دن قبل پہنچ جائیں اس کے بعد منی جانا ہو، ایسے حجاج کو اگر وہ مقیم امام کے پیچھے نماز ادا کر کر لینے میں کوئی حرج نہیں، غیر ضروری باتیں کرنا یا رہے ہوں تو مکہ، منی اور مزدلفہ میں قصر کرنا چاہیے۔ [فتاویٰ ہندیہ: ج/ص ۱۳۰]

سوال: دوران حج زیادہ چلنے کی وجہ سے کبھی پاؤں احرام میں دستانے پہناتے تھے۔

[بدائع الصنائع: ج/۲ ص ۳۰] ابن رشد مالکی نے لکھا ہے کہ: خواتین کے لیے حالت احرام میں موزوں کے استعمال میں کوئی حرج خوبی ہوتی ہے، حالت احرام میں اس طرح کے مرہم کا استعمال کیا درست ہے؟

جواب: زیادہ چلنے کی وجہ سے پاؤں یارنوں میں جو چھالے پڑ جاتے ہیں، ان چھالوں پر مرہم لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس کی خوبی ہو اکرتی ہے اصلًا یہ دوا ہوتی ہے، فقهاء نے اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

جواب: طواف ایک اہم عبادت ہے، اس لیے طواف کرنے کے درمیان سوائے ضروری باتوں اور عمل کے فضول باتوں کی اجازت نہیں ہے، ملاقات کے دوران سلام اور اس کا جواب دینا فضول میں شامل نہیں ہے، اس لیے اس کی اجازت ہے، لیکن ضروری خبر و خیریت کے علاوہ باتوں میں لگانا مکروہ ہے۔ [فتح القدير: ج/ص ۳۹۵]

سوال: احرام کی چادر میں جیب لگوانا اور اس میں بٹن یا زپ لگانا منوع نہیں ہے، حالت احرام میں وہ سلے ہوئے کپڑے منوع ہیں جو انسانی جسم کی ساخت پر ہو۔ [رد المحتار: ج/ص ۳۹۹]

جواب: احرام کی چادر میں جیب لگوانا اور اس میں بٹن یا زپ لگانا منوع نہیں ہے، حالت احرام میں اسی حالت میں فون آن کرنے اور ضروری گفتگو کرنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟

جواب: طواف بلاشبہ ایک اہم عبادت ہے اور نماز کی طرح اس میں نجاست سے پاک ہونا بھی شرط ہے، تاہم اگر فون آجائے تو ضروری بات اور دستانے پہن سکتی ہیں؟

جواب: خواتین کے لیے حالت احرام میں موزے اور دستانے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، حضرت سعد بن ابی و قاسمؓ کے بارے



Date _____

یا سمه تعالیٰ

تاریخ

اہل خیر حضرات سے!

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان بیش قیمت اصولوں کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں جن کے لیے دارالعلوم قائم کیا گیا تھا یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی موثر اور صحیح ترجمانی، دین و دنیا کی جامعیت اور علم و روحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنہ لا دینیت اور ذہنی ارتذا دکا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری و احتیاز کا اعلان و اظہار، دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت، ہمارے نزدیک مالیات، بجٹ اور عظیم الشان عمارتوں کے مقابلہ میں ان مذکورہ مقاصد کا حصول زیادہ اہم ہے، مسئلہ کی اس قدر تشریح اور وضاحت کے بعد اس مزید کچھ کہنے کی حاجت نہیں۔

ان گذارشات کے بعد آپ سے ہماری درخواست ہے کہ وقت کی اس ضرورت اور دارالعلوم کی افادیت کو سمجھتے ہوئے پوری فراغدی، فیاضی اور بہت سے کام لے کر ان تمام کاموں میں بھرپور تعاون و اعانت فرمائیں کہ ہندوستان میں دین کے قلعوں کی حفاظت کی اس سے بہتر کوئی سبیل اور اس سے زیادہ پائیدار کوئی صدقہ جاری نہیں، آپ میں سے جو لوگ ندوۃ العلماء کے پیچاسی سالہ جشن میں شریک تھے، ان کو یاد ہوگا کہ ندوۃ العلماء کے پیچاسی سالہ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حنفی ندویؒ نے غیر ملکی معزز عرب مہمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”یہ سونے کی چڑیاں سب اڑ جائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہیں گے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑ نے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائیں گے، آپ کے چار آنے، آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں، یہ جو کچھ دیں گے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہوگا جو خدا نے ان کو دیا ہے، اور جو آپ دیں گے وہ آپ کے گاڑھے پیسہ کی لمکنی ہوگی۔“

پہنچیں اور اس کو سمجھیں اور اس کے کسی علاقے کے ہوں، ہماری مکر درخواست ہے کہ وہ اس کام کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کو اپناہی کام سمجھیں، ہمیں یقین ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات عالیٰ پر پورا بھروسہ ہے کہ ان شاء اللہ ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حنفی ندوی مدظلہ کی بیش قیمت رہنمائی و نظمات میں اگر احباب و مخلصین نے پوری دلچسپی لی تو ہمارا یہ پیغام نہ صرف ملک کے بلکہ عالم اسلام کے کونے کونے میں پہنچے گا، و مادلک علی اللہ بعزیز۔ (مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی (مولانا) محمد واحد رشید ندوی (پوفیسر) اطہر حسین (مولانا) سید الرحمن عظیم ندوی (مولانا) محمد حمزہ حنفی ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء معمتد تعلیم ندوۃ العلماء مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء ناظر علم ندوۃ العلماء

نہٹ: جک/ڈرافٹ بر صرف ہے لکھیں:

A/C NO. 10863759711 (عطاء) (A/C NO. 10863759711)

(زکوٰۃ) A/C NO.10863759766 (State Bank of India Main Branch, Lucknow.)

اور اس بینتہ سر ارسال کرس:

**NAZIM NADWATUL ULAMA,
NIZAMAT OFFICE, NADWATUL ULAMA,
TAGORE MARG, LUCKNOW - 226007 (U.P.)**

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221

E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.